تعلیم وتربیت بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کی روشنی میں

محترمہ ثناء صاحبہ

ABSTRACT

Mis. Sana

Generally speaking, the Arabic word for knowledge is 'ilm, which, in most cases, indicates to Islamic knowledge or matters related to Sheree'ah (Islamic Law). Although, some of the Quranic verses in this article refer to Islamic knowledge, yet they are general in their meaning, and thus can be used to refer to learning in general.

The importance of education is a none disputable matter. Education is the knowledge of putting one's potentials to maximum use. One can safely say that a human being is not in the proper sense till he/she is educated.

Islam regards the seeking of knowledge as an ethical essential and vital, and an endeavor highly pleasing to Allah. From the Quran viewpoint, knowledge is not limited to what is learning through a raison d'être or the senses. Acquisition of knowledge requires a total participation of the seeker in relation to the total reality.

TWhen the Quran began to be revealed, the first word of its first verse was 'Iqra' that is, read. Allaah says, (what means): "Read! In the Name of your Lord Who has created (all that exists). He has created man from a clot (a piece of thick coagulated blood). Read! And your Lord is the Most Generous. Who has taught (the writing) by the pen. He has taught man that which

he knew not" [Quran, 96: 1-5]

Education is thus the starting point of every human activity. Allaah created man and provided him with the tools for acquiring knowledge, namely hearing, sight and wisdom. Allaah says (what means): "And Allaah has brought you out from the wombs of your mothers while you know nothing. And He gave you hearing, sight, and hearts that you might give thanks (to Allaah)" [Quran, 16:78]

Numbers of saying of Holy Prophet peace be upon him which reflects the importance of education and knowledge including" The seeking of knowledge is obligatory upon every Muslim"; "Search for knowledge is compulsory for every Muslim, male and female; "He who goes forth in search of knowledge is in the way of Allah till he returns" "Search for knowledge though it be in China; "Whoever searches after knowledge, it will be expiation for his past sins."

According to Quranic perspective, knowledge is a prerequisite for the creation of a just world in which authentic peace can prevail. In the case of country's disorder or war the Quran emphasizes the importance of the pursuit of learning, Allaah says (what means): "Nor should the believers all go forth together: if a contingent from every expedition remained behind, they could devote themselves to studies in religion, and admonish the people when they return to them - that thus they (may learn) to guard themselves (against evil)." [Quran, 19:122]

قافلہ علم کا نقطہ آغاز غار حرا تھا۔(۲) اقراء(۳) کی صدائے سرمدی سے جس وحی (۴) اور جس دین حق کا نقطہ آغاز پڑھانے کا حکم ربانی سے ہوا اس میں علم اور اہل علم کا مرتبہ و

مقام محتاج وضاحت نہیں ہونا چاہیے ۔ اقراء کے ساتھ قصہ تخلیق آدم و افزائش بشریت (۵) کے ساتھ ساتھ، قلم (٦)، دوات اور تحریر و نگارش کی عظمت کا نغمہ بلند ہونا ایک حیرت انگیز واقعہ اور سبق آموز مرحلہ زندگی تھی۔ عظمت حضرت آدم علیہ السلام کا راز بھی ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا'' (۷) یعنی آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم دیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی کم علمی کے باعث فرشتے ساجدین ''سجدہ کرنے والے'' اور حضرت آدم علیہ السلام اسماء کی بدولت مسجود ملائکہ ٹھہرے مگر ابلیس اپنی کج روی اور حسد کے باعث مردود و رجیم قرار پایا۔ (۸)

غار حرا سے پھوٹنے والی علم کی روشنی نے فضیلت علم کو نمایاں طور پر واضح کرنے کے ستاہ ساتھ علم کو حدود و قیود سے آزاد بھی کیا اور علم کو پروانہ آزادی بھی تسلیم کروایا۔ قرآن مجید نے علم کو تاج فضیلت ٹھہراتے ہوئے اور اہل علم کی فضیلت و بزرگی کو بھی تسلیم کرایا۔ علم روم و یونان کے تہہ خانوں میں قید تھا اسے آزاد کر دیا علم و حکمت برہمنوں تک محدود تھا اسے عام کرتے ہوئے ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا لیکن حکمت نبوی ﷺ میں علم کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ''رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' ''اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''۔ (۹) علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور سراپا نفع ہی ہو سکتا ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہے جو اہل بصیرت کو راہ دکھاتا ہے قلب و جگر کو منور کرتا ہے اور ٹھنڈک پہنچاتا ہے ۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد علم کی طلب سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں تم علم حاصل کرو کیوں نکہ علم سے ہی دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے۔ (۱۰)

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کو ''سراج منیر'' کہا ہے۔ اس مماثلت سے آپ کی دعوت (تعلیم و تربیت) بھی آفتاب مادی کی طرح تھی ۔ جب آفتاب نکلتا ہے ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں دور و نزدیک، ادنیٰ و اعلیٰ، سیاہ و سفید، باغ و دشت، ، بحر و بر کی کوئی تمیز نہیں ہوتی ۔ وہ بلا تمیز ہر جگہ روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے اور اس کی چمکتی شعائیں ہر چیز کو روشن اور عیاں کر دیتی ہیں ۔ روحانیت کا یہ آفتاب جب فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا تو اس کی حرارت اور روشنی نے آسمان ہدیت پر طلوع ہو کر لاکھوں ستاروں کو ماند کر دیا اور تاریکی کو آخری شکست دی ۔ آپ ﷺ نے اپنے معجزانہ زور اور توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے ۔ تعبد و غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں، استقلال ذات و فکر اور حریت خیال و رائے ، احترام نفس اور مساوات حقوق کی روشنی تمام دنیا میں پھیلا دی ۔ اس کی آواز جلال روحانی سے بھری ہوئی تھی جو جبل بوقبیس سے بلند ہوئی

اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ اس آواز سے شہنشاہیوں کا عجیب الخواص طلسم ٹوٹ گیا۔ بادشاہ خادم، بیت المال خزینہ عمومی اور تمام انسان مساوی المرتبہ ہو گئے۔ اس آواز سے امن عالم کا ابر چھا گیا۔ (۱۱)

معلم اعظم ﷺ کی بعثت کا مقصد:

انسانیت کو راہ ہدایت عطا کرنے کے لیے رب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء قائم فرمایا۔ انبیائے کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے تاریخ کے ہر نازک موڑ پر گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا اور اسے پھر سے سوئے منزل رواں دواں کر دیا۔ اس طرح انسانیت کے ارتقاء کا یہ سفر جاری رہا۔ (۱۲) حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ پر آ کر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا اور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیا کرام جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے رسول بھیجے۔ کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لیے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خود اپنی زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی مظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آ کر پیغام سنا دیتے بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی تعلیم و تربیت بھی آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ پیغام الہٰی فرشتوں کے ذریعے بھی بھیجا جا سکتا تھا مگر محض پیغام بھیجنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تعمیل کے لیے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوع انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسان کامل ہونے کے باوجود بہر حال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجبوریوں کو اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی امت کے معمولی فرد کو اور جو ساری دنیا کے سامنے ایک ایسے معاشرہ کو بطور مثال رکھ دے جس کا اجتماعی نظام اسی پیغام الہٰی کے منشا کی شرح ہو۔ (۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "**هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ** (۱۴) **ترجمہ** "وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔"

جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ ہر پہلو سے مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا۔

قُلْ اِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(۱۵)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کے خواستگار ہو تو میری تابعداری اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

آپ ﷺ کی زندگی قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھی حضرت عائشہ سے طویل حدیث میں یہ جملہ منقول ہے کہ

کان خلق نبی اللہ القرآن(۱۶)

ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ کے اخلاق قرآن تھے۔

قرآن آپ ﷺ کی ذات میں مجسم تھا۔قرآن میں ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ(۱۷)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں خوبصورت نمونہ ہے۔

اسی نمونے اور مثالی حیثیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی پیروی واطاعت کا حکم ملا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔(۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

معلم اعظم ﷺ عالمی پیغمبر:

آپ ﷺ سے پہلے انبیا کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا(۴۳) **ترجمہ**: ''اے محمد! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔(۱۹) آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''**کان کل نبی یبعث الیٰ قومہ خاصہ و بعثت الیٰ کل احمر و اسود**'' (۲۰) **ترجمہ**: ''ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

رحمت، رافت، صداقت، شفقت، عبادت، شجاعت، عدالت، سخاوت، فراست، متانت اور ثبات کے بہترین نمونے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود ہیں زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا نے اپنے اسوہ حسنہ کے حسین نقوش نہ چھوڑ د

ہوں۔ یہ جامعیت و ہمہ گیری اسوہ محمد ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی اس آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔(۲۱) آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی گئی اس کا دائرہ نصیحت عالمگیری اور دور قیامت تک ہے۔لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہے۔آپ ﷺ کی پیش کردہ عالمگیر تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا۔صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے۔اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔(۲۲) ارشاد ربانی ہے کہ" مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ "(۲۳) **ترجمہ** ''محمد تم مردوں میں سے کسی باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہے''

ارشاد ربانی ہے کہ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ"(۲۴)

ترجمہ:''اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں جانتے''

آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''(۲۵)

البتہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

اسلام کا ظہور در حقیقت دین ابراہیم کی حقیقت کی تکمیل تھی۔اس لیے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید واحیاء میں مصروف ہو گیا جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔(۲۶) آپ ﷺ کی شریعت نے آپ ﷺ سے پہلے آنے والے نبیا کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا اب صرف شریعت محمدی پر عمل کیا جائے گا۔ارشاد ربانی ہے کہ ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه (۲۷) ترجمہ اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

آپ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہوگئی۔آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا جو تمام

انسانیت کے لیے کافی ہے اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (۲۸)

آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی
اور تمہارے لیے اسلام کو بطور ابدی دین کے منتخب کر لیا

پنڈت شیونرائن کہتا ہے کہ "محمد ﷺ صاحب کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھارنے کے لیے بھیجا تھا۔ ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفامر (مصلح اعظم) اور ایک مہار پُرش (ہستی اعظم) میں ہونی چاہیے۔ (۲۹)

آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کا اخلاق' شیت علیہ السلام کا علم' نوح علیہ السلام کی جرات' ابراہیم علیہ اسلام کی محبت الٰہی' اسماعیل علیہ السلام کی زبان دانی' اسحاق علیہ السلام کی تسلیم ورضا' صالح علیہ السلام کی خطابت' لوط علیہ السلام کی ذہانت' یعقوب علیہ السلام کا علم غیب' یوسف علیہ السلام کا حسن' موسیٰ علیہ السلام کی استقامت' ایوب علیہ السلام کا صبر' یونس علیہ السلام کا اطاعت' یوشع علیہ السلام کی کاوش' داؤد علیہ السلام کا لحن' دانیال علیہ السلام کی محبت' الیاس علیہ السلام کی عظمت اور عیسیٰ علیہ السلام کی بے نیازی سے نوازا گیا۔ (۳۰)

مذاہب عالم اور تقابلِ ادیان کا ادنیٰ طالب علم اس بات سے بخوبی شناسا ہے کہ اسلام انسانیت کے لیے وہ آخری پیغام ہے جو کہ آمنہ کے لعل، عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزندار جمند، سید الاولین والآخرین، اِمام الأنبیاء، سیدنا حضرت محمد ﷺ کے دل پر عربی زبان (۳۱) میں آخری اِلہامی کتاب یعنی قرآن مجید کی زندہ و جاودان معجزہ کی صورت میں منجم کر کے اتارا گیا۔ (۳۲) اس کا دائرہ پند ونصیحت اور منہج زمان ومکان کے لحاظ سے عالمگیر ہمہ وقتی شمولی اور عمومی ہے۔ (۳۳) جو اِنسانی زندگی کے تمام اطراف پر حاوی ہے جو اپنے روز اول سے تا صبح قیامت بے کم وکاست ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہیگا جس کا وعدہ رب ذوالجلال نے خود یوں فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (۳۴)

اس کتاب (قرآن) کا تخاطب بھی تمام انسانوں سے ہے اور وہ تمام عالم انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے نسخۂ شفا، ضابطۂ حیات ونوشتۂ نجات ہے

کر نازل ہوئی۔ (۳۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِيْن (۳۶) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے'' ۲۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْن (۳۷) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے'' ۳۔ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْن (۳۸) **ترجمہ** ''یہ قرآن تمام عالم کے لیے نصیحت ہے''

بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا کا عمومی جائزہ

اب سے چودہ سو سال پہلے دنیا اپنے تاریک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ کسی خطہ ارض پر رشد و ہدایت کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا۔ پورا عالم انسانی ضلالت و گمراہی کے دلدل میں پھنس چکا تھا۔ ہندوستان کے روحانی پیشواؤں کی تعلیمات اپنا اثر زائل کر چکی تھیں اور یہ ملک اوہام و خرافات کا شکار تھا۔ شرک و بت پرستی اپنے عروج پر تھی۔ بقول ایک ہندو مورخ ''ہندوستان میں خداؤں کی تعداد یہاں کی آبادی سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک ایک آدمی پر کئی کئی خداؤں کا اوسط پڑتا تھا(۳۹)''۔ بعض فرقوں میں اعضائے تناسل کی پرستش ہوتی تھی۔ مذہب کے علمبردار اور مندر کے پجاری بداخلاقیوں کے پیکر بنے ہوئے تھے۔ ذات پات، چھوت چھات نے انسانوں کو کئی خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اچھوت کی حیثیت غلام بلکہ جانور سے بھی کم تھی۔ وہ اگر اونچی ذات والے کو چھو لیتا تو گردن زدنی قرار پاتا۔ جبکہ اونچی ذات والے کے لیے کسی بھی طرح کی کوئی سزا نہ تھی؛ پورا ہندوستانی معاشرہ بگاڑ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔ عورتوں کے جامہ عصمت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہو سکتے تھے۔ شوہر کی موت کے بعد عورت اپنے شوہر کی چتا پر جل کر ستی کی مقدس رسم ادا کرتی گویا کہ ہر بدی، نیکی اور ہر ثواب گناہ کا لبادہ اوڑھ چکا تھا۔ (۴۰)

مصر و شام، بابل و نینوا اور یونان و چین میں تہذیب و تمدن کی شمعیں گل ہو چکی تھیں۔ وہاں لاقانونیت و انارکی کا دور دورہ تھا۔ بے شرمی و بے حیائی کا بازار گرم تھا۔ ظلم و جور، قتل و غارت گری ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔ سفاکی و رہزنی کو کمال اور ہنر کی حیثیت حاصل تھی۔ روم و ایران اس وقت سب سے زیادہ منظم ریاستیں تھیں لیکن ان کی تہذیب اپنی چمک دمک کھو چکی تھی۔ اب ان کی تہذیب کے ملبے سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ دونوں ریاستوں میں بدترین مظالم کا دور دورہ تھا۔ حکومت کے سامنے کوئی ضابطہ اخلاق نہ تھا۔ رعایا بادشاہوں کی غلام تھی اور بادشاہ خواہشات

کے غلام تھے، شاہی خاندان کی پرواز عیاشی اور ہوس پرستی سے آگے نہ تھی۔ مذہبی پیشواؤں کی خانقاہیں عیش ونشاط کے مرکز بن گئی تھیں۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں، روزمرہ کے سیاسی انقلابات نے انسانی زندگی کو اجیرن بنا رکھا تھا۔ طوائف الملو کی نے کشت وخون کے بازار گرم کرر کھے تھے۔ رعایا ٹیکسوں کی بھرما، رشوتوں کی زیادتی سے جاں بلب تھی۔ ان مایوس کن خوفناک فضاؤں میں صدائے، احتجاج بھی بلند نہیں کر سکتا تھا۔ (۴۱)

ایران میں زردشت اور مانی کی اخاقی تعلیمات صرف اہرمیت ویزادانیت کا گورکھ دھندہ بن کررہ گئی تھیں۔ امن وآشتی کی دعویدار عیسائیت روم میں سفا کی ودرندگی اور تعیش و ہوس پرستی کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ یہاں تک کہ بنا اسرائیل جوان حالات میں لوگوں کے لیے امید کی کرن ثابت ہوسکتے تھے، خود کبر وانانیت کے پندار میں محبوس تھے۔ اپنے اغراض کے لیے الہامی کتاب میں تحریف اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اخلاق و اعمال کے مقابلہ میں لفظی موشگافیوں کو اہمیت حاصل تھی۔ طمع ولالچ ان کی فطرت بن گئی تھی۔ رشوت وسودخوری اوراس کے نتیجے میں شقاوت وسنگدلی کوئی معیوب شے نہ تھی۔ ان کا پورا اخلاقی اور سماجی ڈھانچہ ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔

عرب کا حال تو اور برا تھا۔ وہاں وحشت ودرندگی کا راج تھا۔ نام ونمود، عدن ویمن کی عظمت کے کھنڈرات کے سواد ہاں تہذیب وتمدن کا کوئی نشان نہ تھا۔ انسانیت قبائلی خانوں میں تقسیم تی۔ آیئے دن کے جنگ وجدل نے سکون وطمانیت کو غارت کر کے رکھ دیا تھا۔ انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ معمولی معمولی بات پر لڑائی کی آگ بھڑک اٹھتی اور سالہا سال تک جاری رہتی۔ کبھی لڑائی کا سلسلہ ۴۰ سال تک چلتا رہتا۔ عورت کی عزت وعفت کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی تھی۔ وہ بازاروں میں نیلام ہوتی۔ بدکاری وزنا کاری کوئی معیوب شے نہ سمجھی جاتی۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا، ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ بھیڑ بکری کی طرح آدمی جتنی عورتیں رکھنا چاہتا بلا روک ٹوک رکھ لیتا۔ شراب تو عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ کوئی بزم اس وقت تک بارونق اور کوئی دعوت اس وقت تک مکمل نہ سمجھی جاتی جب تک اس میں شراب کے جام نہ چلیں۔ ہر گھر میکدہ تھا اور ہر فرد ساقی بھی اور میخوار بھی۔ جوا اور سٹہ بازی ان کے لیے فخر ومباہات کی چیزیں تھیں۔ سودخوری بھی یہودیوں کے فیض سے رائج تھی۔ مالدار افراد اور گھرانے سود کا کاروبار کرتے تھے۔ بعض قبیلوں نے چوری اور ڈاکہ زنی کو مستقل پیشہ بنا رکھا تھا۔ ورا سماج اوہام و

خرافات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ خدا کے ساتھ شرک ان کا طرہ امتیاز تھا۔ خانہ خدا میں بھی تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ ہر قبیلہ کا بت الگ تھا۔ سب سے بڑا بت ''ہبل'' کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ ان بتوں کی پرستش ارکان حج میں داخل تھی۔ ان بتوں کو راضی رکھنے کے لیے انسانوں کی بلی دی جاتی۔ ان کے نام سانڈ چھوڑے جاتے۔ ان کے نام سے فال نکالی جاتی۔ شرک کے علاوہ بعض قبیلوں میں عاسائیت رائج تھی۔ کچھ قبیلوں میں یہودیت کا غلبہ تھا۔ بعض افراد مجوسی تھی۔ کچھ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے، اس پر مستزاد ان کے دل و دماغ میں عجیب وغریب قسم کے عقائد راسخ ہو گئے تھے۔ مثلاً وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے اور جنوں کو الوہیت کا درجہ دیتے تھے؛ گویا کہ عرب فکری لحاظ سے دیوالیہ ہو چکا تھا اور عملی اعتبار سے خواہش پرستی کی نچلی سطح پر پہنچ کر جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ (۴۲)

عہدِ نبویؐ سے قبل تعلیم وتربیت کا جائزہ:

عہد نبوی سے پہلے عرب میں کسی باقاعدہ نظام تعلیم کا سراغ نہیں ملتا، صرف زبانی تعلیم اور اس کے چند اداروں کا سراغ ملتا ہے۔ جس میں یہودی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جس کسی نے بھی اسلام سے قبل کے ادیان کا مطالعہ کیا، یا ان کی مقدس کتب کا پڑھیں علم کی اہمیت کے حوالے سے اسلام کی عظمت پر اس کا ایمان بڑھ گیا۔ عہد نامہ جدید کے ''اسفار مقدسہ'' پڑھ ڈالیں یہ ممکن نہیں کہ ''عقل، فکر، نظر، برہان، حکمت یا ان سے مشتق دوسرے الفاظ یا اس مفہوم کو واضح کرنے والے اور الفاظ نظر سے گزریں۔ (۴۳)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: یہودی سموال بن عادیا اور نصرانی شعراء کے دیوان ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا جو نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ ہوا کرتا تھا۔ (۴۴) عربوں کے متعلق معلومات کے جو ذرائع ہیں ان میں ان کے شعراء کا کلام آثار قدیمہ توریت انجیل اور قرآن ہیں۔ (۴۵) عربوں کی لکھی ہوئی جن تحریروں کا سراغ ملتا ہے ان میں جنگ بسوس کے موقع پر لکھا جانے والا مہلہل کا قصیدہ ہے۔ (۴۶) سبعہ معلقات ہیں۔ (۴۷) ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق قبیلہ ہذیل میں ایک مدرسہ تھا، جہاں بچی سبق پڑھنے جاتی تھی، بازار عکاظ میں ہر سال ادبی چرچہ ہوتا تھا، غیلون بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن علمی وادبی مجلس قائم کرتا تھا۔ مکہ معظمہ کے ورقہ بن نوفل نے توریت وانجیل کا عربی میں ترجمہ کیا

تھا، دارالندوہ مشاورت اور قصہ گوئی کا مرکز تھا۔(۴۸) لیکن با قاعدہ کوئی تعلیمی نظام موجود نہ تھا۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ العرب قبل الاسلام میں ملتی ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ میرا دعویٰ ہے اسلام سے پہلے عام تعلیم کا کوئی تصور کسی بھی تہذیب میں رائج نہیں تھا۔تعلیمی مراکز صرف عبادت خانے تھے اور ان میں تعلیم مخصوص افراد کو دی جاتی تھی۔یورپ میں صرف اعلیٰ رتبہ کے ان افراد کو تعلیم دی جاتی تھی جو کلیسا سے وابستہ ہوتے تھے۔(۴۹) اسی طرح ہندو مذہب میں تعلیم صرف برہمن حاصل کر سکتا تھا۔(۵۰)

تعلیم کا مفہوم ماہرین کی نظر میں:

تعلیم کو انگریزی میں Education کا نام دیا جاتا ہے ایجوکیشن لفظ Educare یا Educatum سے ماخوذ ہے۔Educare سے مراد To Train , To Bring up یعنی تربیت دینا، پرورش کرنا اور نشوونما مراد لیے جاتے ہیں اور اس سے مراد بیرونی ضرورت کے تحت علم دینا یعنی معلومات کا جمع کر دینا ہے۔پس تعلیم کا مقصد فرد کو معلومات فراہم کرنے سے ہے ایسی معلومات جو فرد کی رہنمائی کر کے اس کے بیرونی تقاضوں کو پورا کر سکے اور فرد کی مخفی صلاحیتوں کو ابھار سکے۔در اصل علم قدرت کی دی ہوئی صلاحیتوں اور ان خصوصیات کو بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کرتی ہے جو انسان کو توارث سے ملتی ہے۔(۵۱) ماہرین تعلیم نے تعلیم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

1. The process or art of imparting knowledge, skill and judgment; Facts, skills and ideas that have been learned, either formally or informally(52)

2. The act or process of imparting or acquiring general knowledge, developing the powers of reasoning and judgment, and generally of preparing oneself or others intellectually for mature life.OR The act or process of imparting or acquiring particular knowledge or skills, as for a profession(53)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العلم ادراك الشي بحقيقته و ذلك ضربان : احدهما ادراك

ذات الشیئ والثانی الحکم علی الشیئ بوجود شیئ هو
موجو لہ اونفی شیئ هومنفی عنه (۵۴)

یعنی علم ... شئے کی حقیقت کے ادراک کا نام ہے اور یہ دوطرح ہے ایک ذات شئے کا ادراک اور دوسرے کسی شئے پر ایسی کسی شے کی موجودگی کے باعث حکم لگانا جو اُس کے لئے موجود ہے یا اس کی نفی کرنا جو اُس سے منفی ہے۔

علم انسانیت کی معراج، معرفت حق کا زینہ، روحانی اور مادی ترقی کا سرچشمہ، دینی و دنیوی عمال کو اوج ثریا تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ، دنیا وعقبیٰ کی کامیابی کا موجب تہذیب و ثقافت کی روح رواں، انسانی دل ودماغ کی تعمیر اور ذہنی قوتوں کی نشو ونما کا واحد ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نیآپؐ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہی تعلیم کتاب و حکمت بیان کیا ہے۔(۵۵) اس موضوع پر اردو عربی انگریزی میں کئی ہزار کتب لکھی گئی ہیں۔(۵۶) علم ہی وہ صفت ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دیگر پر فضیلت دی۔(۵۷) اسی علم کی بدولت حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت منگوایا۔(۵۸) اسی کی بدولت عام انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔(۵۹) آپ ﷺ نے اس کی اہمیت کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا **انما بعثت معلما** (۶۰) میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور علماء میرے وارث ہیں۔(۶۱) آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسجد کی تعمیر کی جس میں مدرسہ کا اجراء فرمایا، مکہ مکرمہ میں تین خفیہ درسگاہیں تھیں۔(۶۲) مدینہ میں درسگاہ صفہ کے علاوہ تین مساجد بنی زریق، قباء بقیع الخضمات میں تعلیمی ادارے قائم کئے۔(۶۳) یہ سلسلہ پھیلتا گیا، حتیٰ کہ بقول قاضی اطہر مبارکپوری نوے درسگاہیں قائم ہوگئیں۔(۶۴) اوران درسگاہوں مین اس زمانہ کے جدید علوم کے ساتھ جدید زبانیں سیکھنے کی ترغیب بھی دی گئی، عمل کی اصطلاح عام طور پر دومعنوں میں استعمال ہوتی ہے۔

۱۔ رسمی تعلیم ۲۔ غیر رسمی تعلیم

ا۔رسمی تعلیم :لفظی مفہوم کے اعتبار سے رسمی تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہوتی ہے جو باقاعدہ طور اور منظم طریقے سے مختلف تعلیمی اداروں میں دی جاتی ہے اس کو ہم کنٹرولڈ بھی کہہ سکتے ہیں۔موجودہ جدید دور میں رسمی تعلیم کا رواج عام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ موجود زمانے

میں قوموں کی معاشرتی زندگی اس قدر وسیع ہوگئی ہے کہ کوئی بھی فرد اس کے تمام پہلوؤں کا رسمی تعلیم کے بغیر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہر معاشرہ اپنے افراد کے لیے منظم انداز میں ابتدائی سطح سے لے کر اعلیٰ تر سطح تک مختلف تعلیمی ادارے مثلاً اسکول کالج اور یونیورسٹیاں قائم کر کے تعلیم وتربیت کا بندوبست کرتا ہے۔

۲۔ غیر رسمی تعلیم: غیر رسمی تعلیم ایسی تعلیم کو کہتے ہیں جس میں باقاعدہ اگلے نصاب ، طریقہ ہائے تدریس اور امتحان وغیرہ کا تعین نہیں ہوتا بلکہ فرد مکمل طور پر اپنی مرضی سے غیر معین طور پر علم حاصل کرتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم میں جن میں اخبارات ، ریڈیو، ٹی وی، فلمیں اور دیگر رسائل وغیرہ اہم ہیں وہاں کتب خانے بھی بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ (۶۵)

علم کی اقسام : جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی علم کی دو اقسام ہیں ۱۔ علم نافع ۲۔ علم غیر نافع ، ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے مفید علوم کے سلسلہ میں سوالات کیا کرو، اور فضول غیر نافع باتوں کے بارے میں سوال کرنے سے باز رہا کرو۔'' (۶۶)

جیسے دنیاوی علوم کے متعدد شعبے ہیں ایسے ہی دینی علوم کے بھی متعدد شعبے ہیں، ایک اعتبار سے دینی علوم کے جو چار شعبے ہیں وہ اس حدیث شریف میں اجمالاً بیان کئے گئے ہیں:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ اٰیَةٌ محکَمَةٌ اَوْسُنَّتہٌ اَوْ فَرِیضَةٌ عادلۃٌ وَمَا کَانَ سوی ذلك فهو فضلٌ. (۶۷)

علم تین ہیں: ﴿۱﴾ آیت محکمہ (قرآن کریم کی محکم اور غیر منسوخ آیت)
﴿۲﴾ سنۃ قائمہ، (صحیح سند کے ساتھ روایت کردہ صحیح متن حدیث)۔
﴿۳﴾ فریضۃ عادلۃ (وہ فرض جو آیت وسنت کا مثل اور عدیل ہے ضرورت دین کی حیثیت سے یعنی اجماع اور قیاس) اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے (یعنی اُس پر دین کی اساس قائم نہیں ہے۔ دینی احکام کی بنیادیں یہی چار ہیں۔)

ایک دوسرے اعتبار سے علم دو طرح کا ہے: نظری و عملی، چنانچہ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

والعلم من وجه ضربان نظری وعملی فالنظری ماإذا علم فقد کمل نحوا لعلم بموجودات العالم و العملی مالا يتم الا بان يعمل كا العلم بالعبا دات. (۶۸)

علم ایک اعتبار سے دو طرح کا ہے: نظری و عملی۔ پس نظری وہ ہے کہ جب وہ علم حاصل ہو جائے تو بات پوری ہو جاتی ہے، مثلاً دنیا میں موجود چیزوں کا علم، اور عملی وہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے وہ علم مکمل نہیں ہوتا۔ (کیونکہ وہ علم عمل کے لئے ہوتا ہے) جیسے عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا علم)

مشہور محدث حضرت امام دارمی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند دارمی میں حضرت حسن بصری (۷۰) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع و علم علی اللسان فذلك حجة الله عزوجل علی ابن آدم. (۷۱)

علم دو طرح کا ہے: (ایک) وہ علم جو قلب میں ہو، ایسا علم (نور) ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ (علم باطنی) اور (دوسرا) وہ علم جو (صرف) زبان پر ہو۔ یہ ایسا (ظاہری) علم ہے جو ابن آدم پر اللہ عزوجل کی دلیل و حجت ہے (کہ اگر اس پر عمل نہ ہو تو پکڑ ہے)۔

حضرت محمد بن عثمان بن عمر البلخی حنفیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف عین العلم میں علم کی اسی تقسیم کو ایک اور خوبصورت تعبیر دیتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے:

العلم علمان: علم المکاشفة فهو نور يظهر فی القلب فيشاهدبه الغيب ...... وعلم المعاملة وهو العلم بما يقرب اليه تعالیٰ وما يبعد منه تعالیٰ. (۷۲)

علم دو طرح کا ہے (ایک) علم المکاشفۃ، یہ علم ایسا نور ہے جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے

اورانسان اس علم کے ذریعہ غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور (دوسرا) علم المعاملہ اور وہ ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے۔

مغرب میں بھی علم نافع وعلم غیر نافع اور بعض علوم کی مضرتوں اور نقصانات کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

> An education may be good or bad...... its goodness or badness will be relative to the virtue wisdom and intelligece of the educator, It is good only when it aims at the right kind of product and when the means it adopts are well adapted to secure the intended results and are applied intelligently, consistently and persistently. (73)

تعلیم وتربیت کے مقاصد:

اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کسی نہ کسی مقصد کی حامل ہے گویا انسان کا ہر فعل اپنی سوچ کے مطابق اور مقصد سے بھرپور ہوتا ہے انسان کوئی بھی عمل یا کام کرتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اس عمل سے فلاں مقصد حاصل ہوگا۔ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم بجائے خود منزل نہیں، منزل کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ حقیقی منزل ان لوگوں کا نظریہ حیات اور تمدن وثقافت ہے، جن کی خدمت اسے کرنی ہے۔ اے این وائیٹ ہیڈ نے یہ کہہ کر اس نکتے پر زور دیا ہے کہ ''تعلیم کی روح یہ ہے کہ وہ مذہبی ہو''۔ (۷۴) اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کی حمایت کرتا ہے اور دونوں کے حسین امتزاج کو مدنظر رکھتا ہے اسلام کے نزدیک ہر فرد اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اسلام کے نزدیک فرد کی اپنی شخصیت بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک معاشرے کا رکن بھی ہے اور یہ احساس فرد میں تعلیم کے ذریعے ہی پیدا ہوتا ہے۔ علم کے مقاصد یہ ہیں۔

الف۔ علمی مقاصد تعلیم   ب۔ انفرادی مقاصد

تعلیم ج۔معاشرتی مقاصد تعلیم

د۔اخلاقی مقاصد تعلیم ہ۔سیاسی مقاصد تعلیم

و۔معاشی مقاصد

اب ان مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

درج ذیل علمی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔رضائے الٰہی کا حصول، ۲۔حصول تقویٰ،۳۔سیرت وکردار کی تشکیل،۴۔علم میں اضافہ(۷۵)

درج ذیل انفرادی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔حقوق وفرائض سے واقف ہونا،۲۔غور فکر کی تربیت ہونا،۳۔اخلاقی اور جمالیاتی ذوق کی تربیت ہونا، ۴۔جذبات کی تربیت ہونا،۵۔اسلامی اقدار کو اپنانا،۶۔شخصیت کی مکمل نشوونما کرنا،۷۔معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہی(۷۶)

درج ذیل علمی معاشرتی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔احترام انسانیت، ۲۔مساوات ،۳۔اخوت، ۴۔جذبہ حب الوطنی پیدا کرنا ۵۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری ،۶۔احترام روایات ، ۷۔تحقیق و تدقیق، ۸۔تعلیم نسواں کا اہتمام کرنا،۹۔قائدانہ صلاحیت پیدا کرنا،۱۰۔سب کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا(۷۷)

درج ذیل اخلاقی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔عملی زندگی کی تربیت دینا،۲۔سیرت وکردار کی تعمیر، ۳۔مساوات کا درس، ۴۔اخلاقیات کی تربیت(۷۸)

درج ذیل سیاسی مقاصد تعلیم ہیں:

ا۔حاکمیت اعلیٰ،۲۔اطاعت الٰہی،۳۔حقوق،۴۔شخصی آزادی ۵۔معاشرتی تعلیمات کا فروغ، ۶۔معاشرے میں بہتر تعمیر نو،۷۔رائے اور آزادی مسلک، ۸۔فلاحی ریاست،۹۔احساس ذمہ داری(۷۹)

درج ذیل معاشی مقاصد تعلیم ہیں۔

۱۔کسب حلال،۲۔حرمت سود،۳۔معاشی اخلاق،۴۔زکوٰۃ کی ادائیگی ۵۔معاشی جدوجہد،۶۔معاشی خوشحالی،۷۔پیشے کا صحیح انتخاب (۸۰)

اسلام دین فطرت ہے اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کی حمایت کرتا ہے اور دونوں کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ اسلام میں انفرادیت کو اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام میں جابجا بتایا گیا ہے کہ ہر فرد اپنی جزا وسزا کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اسے اپنے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دینا ہوتا ہے۔قرآن مجید میں آتا ہے کہ ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ'' **ترجمہ** ''قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' (۸۱) اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک چیز ہے جو ہر جگہ فرد کی بھلائی کے کام میں آتی ہے جس کو عمل کہتے ہیں اگر عمل صالح ہوگا تو اس دنیا اور آخرت دونوں میں نجات حاصل ہوگی ورنہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ یہ احساس فرد میں تعلیم وتربیت کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد حقیقت کا علم بہم پہنچانا ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان نہ سکے تو یقیناً اس نے تعلیم حاصل نہیں کی اس لیے تعلیم اس چیز کا نام ہے کہ انسان جو کچھ سیکھے اس کا اثر بھی قبول کرے اور غور وفکر بھی کرے۔قرآن پاک میں آتا ہے **أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ۔وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۔** (۸۲) **ترجمہ** ''تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟'' مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ علم کا ذوق وشوق رہا اور وہ اپنے رسول ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے رہے کہ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔'' (۸۳)

اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک ''کتاب وحکمت'' اور ''تزکیہ نفس'' تعلیم کے دو پہلو ہیں اور دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض میں یہ دونوں باتیں یکساں طور پر شامل ہیں۔ارشاد ربانی ہے کہ ''هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' (۸۴) **ترجمہ** ''(اللہ) وہی تو ہے جس نے امیوں کے

درمیان خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

علم ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان تربیت کی اساس۔ تعلیم تزکیہ نفس کرتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے مقاصد جو قرآن حکیم نے بیان فرمائے ہیں وہ چار ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہ نفس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت

قرآن مجید مسلمانوں کا آئین اور ضابطہ حیات ہے اس کتاب پر عمل کرنے سے ہم دین و دنیا میں کامیاب اور کامران ہو سکتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ قرآن مجید سیکھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (۸۵)

دین اسلام کی اصطلاح میں حدیث اس خبر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید کے احکامات کو واضح اور عملی طور پر حضور ﷺ نے کر کے دکھایا اس لیے جو عمل آپ ﷺ کے طریقے پر ہوں گے وہ مقبول عمل ہوگا اور جو عمل آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ کر ہوں گے وہ غلط ہوں گے۔ اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح احادیث سے طلبہ کو واقف کرائے تا کہ تعلیم کا مقصد حاصل ہو سکے۔ (۸۶)

اسلام میں تبلیغ کو اہم مقام حاصل ہے۔ دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد اس اہم فریضہ کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کو اچھی باتوں کا درس دیں اور بری باتوں سے روکیں یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم دے، اسلام نے اجتماعی زندگی کا شعور دیا ہے اور تعمیر انسانیت کی کوشش کی ہے اسلامی تعلیمات میں کردار سازی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم کے ذریعے رسول ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلو پیش کیے جائیں جو طلبہ کی کردار سازی میں معاون ہو۔ (۸۷)

طلبہ کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنا آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے آج صورتحال یہ ہے کہ بہت سے غلط عقائد اور بدعات مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہیں اور انھیں دین کا ایک حصہ بنا لیا گیا ہے۔ اسلام کا خوبصورت چہرہ توہمات اور خرافات کے پیچھے چھپ گیا ہے اس بناء پر اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نئی نسل کے سامنے اسلام کا اصلی حسین چہرہ کو اجاگر کیا جائے۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ "خبردار دین میں نئی باتوں سے بچ کر رہنا کیونکہ اس قسم کی

نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ کی آگ میں لے جائے گی۔"

اسلامی اقدار سے طلبہ کو روشناس کرانا اور ان کی محبت پیدا کرنا دین و دنیا کی ضرورت ہے۔ آج کا دور ذہنی انتشار اور فکر بے راہ روی کا شکار ہے ذرائع ابلاغ اور مغربی نظریات کی یلغار نے نوجوانوں کے ذہنوں کو شل کر کے رکھ دیا ہے ان حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نکالا جائے یہ مقصد تعلیم کے ذریعے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔(۸۸)

اس صفحہ ارضی پر انسان اللہ کی وہ شاہکار مخلوق ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اس نے اسے احسن تقویم پر پیدا کیا اور صلاحیتوں سے مالا مال کیا تعلیم کے ذریعے ان صلاحیتوں کی نشوونما کی جائے (۸۹)

اسلامی نظام تعلیم پر ملی ضروریات کی تکمیل یعنی اسلامی تہذیبی اقدار کی منتقلی بھی لازم آتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف اتحاد اور بلکہ غیر ملکی طاقتوں کے خلاف جذبہ جہاد بھی پروان چڑھائے گا ۔اسلامی تعلیم کا ایک مقصد ملی ضروریات کی تکمیل ہے۔(۹۰)

اسلام کی نظر میں تعلیم خود مقصود ہے، اسلام وہ واحد مذہب ہے جو تعلیم کو وسیلہ اور سبب نہیں، خود مقصد و مقصود قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو ایک دینی فرض (۹۱) مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: "دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا، مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے علم کو کبھی وسیلہ نہیں سمجھا بلکہ مقصد سمجھا، علم دین وسیلہ نہیں مقصد ہے، اس کو کسی وسیلے کے لئے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لئے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعہ سے معیشت حاصل کریں، یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے، مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لئے سیکھا اور اسی کو مقصد بنایا"۔(۹۲)

اُمتِ مسلمہ کے فرائض اور ذمے داریوں کے حوالے سے مختصر جائزہ: اسلام پہلا مذہب اور تمدن (Culture) ہے، جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ جب کہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھے اور وہ قبیلے کے سردار اور امراء وغیرہ (Upper Class) اور مذہبی پیشواؤں (Priestly Class) کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا، عام افراد اس تعلیمی نظام

سے خارج سمجھے جاتے تھے، انہیں طبقہ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا۔(۹۳) یہاں تک کہ یونان اور چین کے ہاں بھی جنہوں نے علم وتمدن کے میدان میں نمایاں، بلکہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھے۔ افلاطون بھی فلاسفہ اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا ہے۔(۹۴) اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے بلاتفریق طبقات و قبائل و بلاتخصیص مرد وزن سب کے لئے بلاامتیاز و بلااختصاص، عام تعلیم کا آوازہ بلند کیا اور نبی امی ﷺ نے فرمایا: طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۹۵) علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے امیر، غریب، مرد، وعورت اور کالے، گورے ہر ایک پر فرض ہے اس باب میں کسی طبقہ فکر کی نہ تو تخصیص ہے نہ امتیاز ہے۔

تعلیم وتربیت فرض ہے:

تعلیم چونکہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی لئے ہر ایک پر اس کا حصول فرض ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ۔(۹۶)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد کیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت۔

ان آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے اہل کتاب کے علما سے یہ عہد لیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں، ان کو صاف صاف کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے، مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ علوم دینی کے فروغ میں (جو ان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں، نہ انہیں چھپائیں۔(۹۷) اسی طرح حدیث میں علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے۔(۹۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا ادب (سکھانے) سے بہتر عطیہ (تحفہ) نہیں دے سکتا۔(۹۹) یہ اس لئے ہے کہ تعلیم اسلام کی نظر میں فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے گا اس کا پہلا قدم گھر سے والدین کی نگرانی میں بچپن ہی

میں اٹھایا جائے گا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن اور دینی مسائل سمجھے۔(۱۰۰) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم سیکھو اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔(۱۰۱)

تعلیم وتربیت انسانی ترقی کا ذریعہ ہے:

قرآن کے بقول تعلیم انسانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا گیا: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔(۱۰۲)

عظمت وجلال ربانی سے متاثر ہونا اور اس کے اثر سے ہیبت ماننا خشیت کا مفہوم ہے۔ عظمت وجلال ربانی سے متاثر ہوکر اس کی بارگاہ میں جھکنا، ایمان کی قوت کا اعلیٰ ثمر ہے، قرآن کریم کی مختلف آیات میں کہیں مغفرت اور اجر کریم کا کہیں ہدایت پانے اور ہدایت قبول کرنے کا اور کہیں رضا الٰہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ، اس خشیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں بلند مراتب میں انسان کی بہبودی اور سعادت ابدی منحصر ہے۔ ان سعادتوں کے مظہر خشیت الٰہی کو جب علم والوں کے ساتھ مخصوص فرما دیا گیا تو منطقی طور پر ساری سعادتیں علم کے دامن سے وابستہ ہوگئیں۔(۱۰۳) قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (۱۰۴)

اور برابر نہیں نابینا اور بینا اور نہ ظلمتیں اور نور اور نہ سایہ اور لو اور برابر نہیں زندہ اور مردہ، معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی نظر میں علم بینائی ہے روشنی ہے، سایہ اور حیات ہے، جبکہ اس کے مقابل جہالت اندھا پن ہے، تاریکی ہے، اور موت ہے، غالباً اس سے زیادہ موثر پیرایہ بیان علم وجہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔(۱۰۵)

علم وہ روشنی ہے جو دنیا سے جہالت کے اندھیروں کو ختم کرتی ہے۔ علم کے نور سے منور ہوکر انسان 'انسان کامل' بنتا ہے اور اپنے اندر وہ صفات پیدا کرتا ہے جو انسانیت کی معراج کہلاتی ہے۔ علم کی ہی بدولت انسان اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے اور اسی عقل کو جس کی بناء پر وہ اشرف

المخلوقات کے عہدے پر فائز ہے اسی عقل کو استعمال کرتے ہوئے انسان علم کی رہنمائی حاصل کر کے نئی نئی سائنسی ایجادات کرتا ہے تعلیم وہ اہلیت ہے جو فرد کو معلومات اور عقل کے خزانے فراہم کرتی ہے جس کی تحت انسانی ترقی کو عام فرد تم پہنچایا جا سکتا ہے۔(۱۰۶)

تعلیم و تربیت کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن پاک میں جابجا علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور مختلف اسلوب اور پیرائے میں اس کے حصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔جس قدر اہمیت اسلام نے تعلیم کی بیان کی ہے شاید ہی کسی مذہب میں بیان کی گئی ہو۔آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ بھی پڑھنے ہی کے متعلق تھی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (١) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (٢) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (٣) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) **ترجمہ** ''(اے نبی ﷺ) پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے ۔پڑھ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔وہی اللہ ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا''(۱۰۷) تعلیم کے حوالے سے قرآن مجید میں مزید ارشادات درج ذیل ہیں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۱۰۸) **ترجمہ** ''اور (اللہ نے) آدم (علیہ اسلام) کو ساری چیزوں کے نام سکھائے''

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (۱۰۹) **ترجمہ** ''اور ہم نبیوں کو حکم اور علم عطا کیا''

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (۱۱۰) **ترجمہ**: ''اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا ہے انکے جو ایمان لائے اور ان کے جن کو علم ملا ہے''(۱۱۱)

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (۱۱۲) **ترجمہ**: ''قسم قلم کی اور تحریر کی جو لکھتے ہیں''

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۱۳) **ترجمہ** ''اور اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اسکے کہ ان کے پاس کوئی علم نہیں''

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (۱۱۴) **ترجمہ** ''کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں''

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، جب تک اس میں تعلیم عام نہ ہو۔ تعلیم سے مراد ہے شیوع علم اور اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے۔ دینی اور دنیوی، بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ و تحقیق پر مبنی ہو یا عقل وفکر پر۔ تعلیم ہی کے عظیم ہتھیار کے ذریعے آئندہ نسلوں کی بہتر سے بہتر تربیت ہوسکتی ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ O(۱۱۵)

اور ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول (ﷺ) بھیجا ہے، جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

اور اسلام میں علم کی یہ اہمیت کیوں ہے؟: اس لئے کہ صحیح علم کے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے اور نہ اس کائنات میں اپنی حیثیت کو۔

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُواْ الألْبَابِO(۱۱٦)

اور جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم (متشابہ آیات پر بھی) ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سبھی طرح کی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہوں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌO(۱۱۷)

بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوں۔

انسان کو تدبر کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَO(۱۱۸)

اے نبی (ﷺ) ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اور مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۝ (۱۱۹)

بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس کے ذریعے زمین کا زندہ ہو جانا، روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہونا، یہ ان لوگوں کے لئے اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور مسلمانوں کو کائنات کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی تو بنایا ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔(۱۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً (۱۲۱)

اور اسی (اللہ) نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

اس میں تربیت وتزکیہ بھی شامل ہے یعنی تعلیم سے مقصود محض علم دینا نہیں بلکہ اس علم کے مطابق شخصیت کی عملاً تعمیر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض گنوائے وہاں تعلیم کے ساتھ تزکیے کا ذکر ضرور کیا ہے، دیکھئے بطور مثال:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن

كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ (۱۲۲)

بے شک اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ انہی میں سے ان کے درمیان ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس کی بعثت سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

انبیائے کرام میں سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر مقام حضرت محمد ﷺ کا ہے۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے زیادہ علم وفضل عطا کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم میں اضافے کے لئے تلقین کی اور ارشاد ہوتا ہے کہ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۱۲۳) **ترجمہ** ''اور کہیے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر''

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے اسلام میں علم کو بڑی اہمیت حاصل ہے حصول علم ہی سب سے مقدس فریضہ ہے قرآن پاک میں سب سے زیادہ اہمیت وافادیت علم ہی کو حاصل ہے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے وہ حق وباطل میں تمیز کر سکے، چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں: **طلب العلم فریضۃٌ علی کل مسلم** (۱۲۴) ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھا جائے کہ اس حکم میں صرف دینی علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے بلکہ بنیادی علم یعنی لکھنا پڑھنا جاننا بھی اس سے مراد ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور مدینے میں بھی ایسے لوگ کم تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمی کو پورا کرنے کا اتنا خیال تھا کہ بدر میں جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں، چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے عالم نے اس موقع پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔

علم کی اہمیت احادیث میں کس قدر آئی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ہم درج ذیل احادیث سے کر سکتے ہیں۔''ماں کی آغوش سے لے کر قبر کی آغوش تک علم حاصل کرو'' (۱۲۵)

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی رستے میں چلا اس کے لئے میں جنت کا راستہ آسان کردونگا اور میں دنیا میں جس کی دو آنکھیں چھین لوں گا جنت میں اس کو ان کا بدلہ دوں گا اور علم میں بڑھنا عبادت میں بڑھنے سے بہتر ہے اور دینداری کی جڑ پرہیز گاری ہے''۔(۱۲۶)

''جو آدمی حصول علم کے راستے پر نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ اسان کردیتا ہے، اگر کوئی کوئی گروہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو اور وہاں یہ لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھیں اور افہام و تفہیم کی خاطر باہمی گفتگو کریں تو فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اس کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ اپنے بندوں سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' (۱۲۷) '' طلب علم کے لیے جدوجہد کرنے والے پر فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ عالم کی عظمت یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے دعا گو ہوتی ہیں۔ اور ایک اہل علم کو ایک عبادت گزار پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو دوسرے تمام ستاروں کے مقابلے میں حاصل ہے اور علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔ انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینا نہیں چھوڑتے بلکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ جو آدمی اس ورثہ سے حصہ پالے یقیناً اس نے بہت بڑی دولت پالی۔''(۱۲۸)

اے ابوذر تمہارا کسی کو ایک قرآنی آیت کی تعلیم دینا ایک سو نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (۱۲۹)

عالم کو عبادت کرنے والے پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔(۱۳۰)

نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا، ان میں سے ایک عالم تھا دوسرا عابد، تو رسول اللہ ے نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت و برتری عابد پر ایسے ہے جیسے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔(۱۳۱)

''ایک عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی برتری دوسرے ستاروں پر ہوتی ہے۔''(۱۳۲)

ایک فقیہ (عالم) شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے (۱۳۳)

''جو علم کی طلب میں گھر سے باہر نکل گیا وہ جب تک واپس نہیں آتا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔(۱۳۴)

''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر لے جاتا ہے۔''(۱۳۵)

''تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو اور مشکل نہ کرو''(۱۳۶)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ اپنے بلوں میں چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں''(۱۳۷)

''طلب علم کی خاطر ایک صبح یا شام کا نکلنا اللہ کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔''(۱۳۸)

''علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ''(۱۳۹)

''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے وہ اسے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے''(۱۴۰)

''رات کی ایک گھڑی میں علم کا باہم تکرار وتدارس پوری رات عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے۔(۱۴۱)

تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، علم سننے والا ہو یا علم سے محبت رکھنے والا ، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو ہلاک ہو جائے گا۔عطاء کہتے ہیں کہ مجھ سے مسعر نے کہا: پانچویں چیز کا اضافہ کیا جو ہمارے ہاں نہیں اور پانچویں یہ ہے کہ علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔''(۱۴۲)

''انسان جب مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے بعد کے لوگ متمتع ہوں یا صالح فرزند جو اس کے لیے دعا کرے۔''(۱۴۳)

''سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اس کے بعد سب انسانوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے، جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا یہ شخص

قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر ہوگا۔(۱۴۴)

''اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے مجھ سے سنا پھر اسے پہنچایا جس طرح سنا۔ پس بسا اوقات جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے''(۱۴۵)

دراصل انسان اسی وقت انسان کہلانے کا مستحق ہے جب وہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کردے کہ وہ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر ملنے والا اس سے خوش ہو۔ یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہی وہ فضیلت ہے جس کی بناء پر انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ اسی چیز کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ'' لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ(۱۴۶) **ترجمہ**: ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے انسان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز پیدا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا، اسے حی، عالم، قادر، صاحب ارادہ، معلم، سننے والا، صاحب بصیرت مدبر اور حکیم بنایا''۔(۱۴۷)

تربیت کا مفہوم ماہرین کی نظر میں:

تربیت کے لغوی معنی پالنا پوسنا، زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں، یا نشوونما اور غذا دینے کے ہیں۔ لہٰذا ''رب'' کی اصل تربیت ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک چیز کی نشوونما ہونا ایک حال سے دوسرے حال میں ڈھلتے ہوئے پورا ہو جانا، اس لیے عربی میں تربیت پر کہا جاتا ہے: ربـــہ، ربـاہ، ربیـہ اس نے پرورش کی(۱۴۸)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کی پرورش کی اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس نے اس کو غذا دی اور وہ نشوونما پانے لگا۔ یعنی اس کی حفاظت، رعایت کی اور پرورش کی(۱۴۹)

نشوونما، غذا دینا اور رعایت کا مفہوم صرف کھانے پینے تک محدود نہیں ہے، یعنی (عملیہ مادیہ) ہی نہیں بلکہ مکمل عملی ہے اور مرّبی (جس کی پرورش و تربیت کی جائے) کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو شامل رکھے۔ چاہے وہ روحی ہوں یا عقلی یا بدنی۔ اس لیے تربیت کے اہم معانی ہیں، تہذیب، بلندی، رفعت مکانی، ترقی اور روح و عقل و جسم کا تزکیہ، سب شامل ہیں(۱۵۰)۔ ''تربیت عملیہ'' ایک معتدل، مکمل روح، عقل اور جسم کے تمام پہلوؤں میں صفات

عالیہ سے مزین ایک شخصیت کی تشکیل کا نام ہے۔ جو اجتماعی معاشرے میں مقام حاصل کر سکے (۱۵۱)

انسان کی تربیت قدرتی بھی ہوتی ہے اور گردوپیش کے حالات ومشاہدات سے بھی دوسروں سے سیکھ کر بھی اور لکھ پڑھ کر بھی۔ لیکن تربیت کی اصل ذمہ داری ایک فرد کی اپنی ہی ہے۔ تربیت کے عمل میں یہ سب سے پہلا اور بنیادی سبق ہے جو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ ہم جیسا بھی بننا چاہیں، وہ اپنی کوشش سے اور اپنے عمل سے بنیں گے۔ (۱۵۲) اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت واضح اور صاف طور پر بیان فرمادیا ہے کہ آدمی کے حصے میں وہی کچھ آتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (۱۵۳) ''اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے''

تربیت کے عمل میں سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ عمر، یہ زندگی، یہ جسم، یہ جان، اگر میں تاجر ہوں تو میری یہ دکان اور کاروبار اور اگر میں کسان ہوں تو میری یہ کھیتی، اس میں جو کچھ پیدا ہوگا، جو فصل اگے گی، وہ میرے ارادے اور کوشش سے ہی اُگے گی۔ (۱۵۴)

قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ: ''وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا'' (۱۵۵) **ترجمہ**: اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے اور ہو وہ مومن تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔''

ایک بات کی وضاحت ہم شروع ہی میں کر دیں کہ جن معنوں میں ہم آج کل تربیت کا لفظ بولتے ہیں ان کے لیے قرآن وسنت نے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی چیز کو ہم تعمیر سیرت وکردار بھی کہتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں تعلیم اگر جسم ہے تو تربیت اس کی روح ہے، اس لحاظ سے تربیت کے بغیر تعلیم کا تصور اور حصول مقصد ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مقاصد بعثت نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے: يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ (۱۵۶) کہہ کر نبوت کا فریضہ قرار دیا کہ تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت بھی کریں، آپ ﷺ معلم کے ساتھ مربی بھی تھے، تربیت کا لفظ اضافہ، اصلاح اور اہل بنانے کے معنی میں آتا ہے۔ (۱۵۷) بقول بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانا۔ (۱۵۸) یہی امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے ہے۔ (۱۵۹) انگلش میں تربیت کے لئے Training (۱۶۰) کا لفظ آتا ہے۔ لہٰذا تربیت کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے

اندر جو فطرت سلیمہ اور متنوع استعداد و دیعت کی ہے اس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حفاظت کرنا اور اس میں رفتہ رفتہ اضافہ کرنا یہاں تک کہ وہ درجہ کمال تک پہنچ جائے۔ تربیت کا موضوع انسان ہے، اس سے غرض یہ ہے کہ انسان کائنات کی ذمہ داریوں کو (تعلیمات نبویہ ﷺ) کی روشنی میں ادا کرے۔(۱۶۱) مغرب میں تربیت ثانوی درجہ کی چیز ہے اس لئے وہ اسے ہم نصابی سرگرمیاں Extra Curricular یا Co-Curricular Activities کہتے ہیں(۱۶۲)۔ تعلیم میں تربیت کی اہمیت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے مقاصد بعثت میں سب سے اہم مقصد قرار دیا گیا ہے۔(۱۶۳) قرآن کریم کی متعدد آیات میں تربیت کے ماخذ تعلیمات نبویہ ﷺ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ یہ تربیت شریعت پر عمل کر کے اللہ کی عبادت کر کے تعلیمات نبوی ﷺ کا مطالعہ کر کے حاصل ہوسکتی ہے۔(۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی اور پھر اس نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اور پھر بنی نوع انسان کی معاشرتی، ذہنی، جذباتی، جسمانی، نفسیاتی، معاشی، مذہبی تربیت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے جنھوں نے ان باتوں کے متعلق فہم و آگاہی عطا کی جو انسانیت کی فلاح و بقاء کے لیے لازم ہیں ان باتوں کا ادراک عطا کیا جو اسے تباہی کی طرف لے جاتی تھیں انسان کو اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے نیک و بد کا فرق سمجھایا۔

مغرب تو مغرب افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں بھی تزکیہ وتربیت کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔ اب ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں تزکیہ وتربیت کا تصور محض اتنا ہے کہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر اللہ ہو کی ضربیں لگائی جائیں۔ دوسرے لفظوں میں ذکر اور عبادات کی کثرت، جہاں تک عقائد، معاملات اور اسلامی اخلاق و آداب کا تعلق ہے انہیں عملاً تزکیہ و تربیت کا جزو نہیں سمجھا جاتا بلکہ مسلم عوام وخواص کا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ اسے محض چند مظاہر تک محدود سمجھتے ہیں، خواہ دیگر اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہو جیسے نماز نہ پڑھنا یا صاف ستھرا نہ رہنا وغیرہ۔ سنت نبوی ﷺ سے تزکیہ وتربیت کا جو مفہوم ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ نفس انسان کی ایسی تربیت ہے جو اس کی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کو اطاعت رب کا خوگر بنا دے اور اسے رضائے الٰہی کی منزل تک لے جائے، یعنی انسانی صلاحیتوں کی بہترین نشو ونما، زندگی کے ہر معاملے اور ہر جزیے میں (خواہ وہ زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی اور خواہ داخلی پہلو

ہو یا خارجی) نفس، انسانی کی ایسی تربیت کہ اللہ کے احکام کی اطاعت، خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے اور خواہ اخلاق و آداب سے ہو یا معاملات سے، اس کے لیے مرغوب بن جائے اور اللہ کی خوشنودی ورضا اس کی غایت الغایات بن جائے۔(۱۶۵)

تعلیم وتربیت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جب ہم قران مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اور حقیقی معلم خود اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاء كُلَّهَا (۱۶۶) **ترجمہ**: (اور اللہ تعالیٰ نے) آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ اسی طرح سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کے معلم اول ہونے کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ الرَّحْمَنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (۲) خَلَقَ الْإِنسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (٤) (۱۶۷) **ترجمہ**: رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ حضرت محمد ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی ان میں اللہ تعالیٰ کے معلم ہونے کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) (۱۶۸) **ترجمہ**: جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔ مندرجہ بالا آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ معلم اول اور معلم حقیقی خود اللہ تعالیٰ ہے ج نے اپنی رحمت اور مہربانی سے انسان کو علم کی دولت سے سرفراز کیا۔

خاتم رسل، محسن انسانیت، حضرت محمد ﷺ کے سیرت مطہرہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں دعائے خلیل علیہ السلام بایں الفاظ ذکر کی گئی ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ **ترجمہ**: اے ہمارے رب؟ انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف مبعوث فرمائے جو ان کے لیے آپ کی آیات تلاوت کریں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ نفس کریں۔ یقیناً آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔" (۱۶۹) مندرجہ بالا آیات سے چند باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ا۔ رسول کا پہلا کام اپنی امت کے سامنے تلاوت آیات ہے یعنی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا گویا رسول اللہ ﷺ کی حیثیت "مبلغ اعظم" کی ہے۔ ۲۔ رسول کا کام محض تبلیغ

و پیام رسانی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کام اس کی تعلیم کا بھی ہے۔اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح و ترجمانی بھی شامل ہے گویا رسول اللہ ﷺ کی دوسری حیثیت ''معلم اعظم'' کی ہے۔۳۔امت کو حکمت و دانائی کی تلقین، احکام و مسائل، دین کے قاعدے اور آداب سکھانا بھی رسول کے فرائض میں شامل ہے۔گویا رسول کی تیسری حیثیت ''مرشد اعظم'' کی ہے۔۴۔رسول اللہ ﷺ کا ایک فریضہ لوگوں کا ''تزکیہ نفس'' کرنا ہے۔رسول اللہ ﷺ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں میں اخلاص پیدا کرنے پر بھی زور دیتا ہے۔گویا رسول کی چوتھی حیثیت ''مصلح اعظم'' کی ہے۔(۱۷۰) یہاں حکمت سے کیا مراد ہے؟ نامور مفسر و مجتہد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی تفسیر حلال وحرام کا فہم، دینی تفقہ اور فقہی بصیرت سے کی ہے۔(۱۷۱) قرآن مجید میں کئی اور جگہوں پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسی طرح ارشادات فرمائے۔

۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۱۷۲)

ترجمہ: جس طرح ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

۲۔لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ (۱۷۳)

ترجمہ: درحقیقت اہل ایمان پر اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہیں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا، وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

''

۳۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۱۷۴)

ترجمہ: وہی (اللہ) ہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم

دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ ان کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔"

مندرجہ بالا بیان سے یہ خوبی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر حیثیات کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک اہم حیثیت "معلم" کی ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ بہتر تربیت دیتے، ان کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیں دور کر کے انہیں اچھا اور پاکیزہ بناتے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو معلم بتایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "بلا شک وشبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جھڑکنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔" (۱۷۵)

تعلیم وتربیت پر متعدد عوامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

بچوں کے بناؤ اور بگاڑ پر سب سے زیادہ اثر انداز والدین ہوتے ہیں کیونکہ بچوں کی شخصیت میں وہی رنگ و روغن بھرتے ہیں۔ شکل وصورت کی طرح ان کے اخلاق و عادات، خیالات ومعتقدات، جذبات ومیلانات تک پر والدین ہی کا پرتو پڑتا ہے۔ بچے جو کچھ والدین خصوصاً ماں کی گود میں سیکھ لیتے ہیں، ساری زندگی اس کی گہری چھاپ برقرار رہتی ہے اسی لیے تربیت کی اصل ذمہ داری انہی پر ڈالی گئی ہے اور ضمن میں براہ راست اور سب سے زیادہ انہیں سے باز پرس ہوگی۔ (۱۷۶)

تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے۔ پیدائش سے لیکر چار پانچ سال کی عمر تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چہار دیواری تک محدود رہتی ہے۔ گھر کے افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دور رس اور انتہائی اہم ہوتا ہے۔ یہیں وہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا غرض سب کچھ سیکھتا ہے یہیں اسے وہ حقیقی محبت وشفقت، ہمدردی وتعاون اور آسائش وناز برداری نصیب ہوتی ہے جو اس کی تربیت و پرورش کے لیے نہایت ضرری ہے۔ (۱۷۷)

تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے والا تیسرا سب سے مؤثر عامل مدرسہ ہے۔ بچوں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چڑھانے کی ذمہ داری اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ بچے جو کچھ مدرسے کے باہر سیکھتے ہیں اس میں نہ تو کوئی نظم وضبط ہوتا ہے اور نہ ترتیب، مدرسہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جو باصلاحیت اساتذہ کی مدد سے ایک خاص نظم وترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دیتا ہے اور ان کی سیرت وشخصیت کو سنوارتا ہے۔ یہاں بچے کی سیرت و

شخصیت پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں وہ زندگی بھر قائم رہتے ہیں۔(۱۷۸)

یہ چوتھا اہم عامل ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ان کے ماحول کا بھی بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے جس طرح کے مناظر سے دوچار ہوتا ہے، جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جن بچوں کے ساتھ کھیلتا کودتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے ان سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو مدرسہ اور گھر دونوں کی کوششیں بارآور ہوتی ہیں ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات بھلے گھروں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اٹھان مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی۔(۱۷۹)

انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرہ ہی کی پیداوار ہوتا ہے، بہت کم افراد ایسے انقلابی ذہن کے ہوتے ہیں یا براہیمی نظر رکھتے ہیں جو اپنے گردوپیش سے بلند ہو کر کچھ سوچ اور فکر کر سکیں۔ معاشرے میں جن چیزوں کو چلن ہوتا ہے افراد بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی کو اپنا لیتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں متعدد عناصر سرگرم عمل نظر آتے ہیں اور افراد پر اپنے اچھے برے نقوش ثبت کرتے رہتے ہیں۔(۱۸۰)

مملکت کا دائرہ اختیار دن بدن وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اجتماعی امور سے آگے بڑھ کر اب وہ انفرادی زندگیوں میں بھی دخل دینے لگی ہے اس کے وسائل و ذرائع بہت وسیع ہیں۔ شہریوں کی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ چنانچہ تعلیم و تربیت کا بھی یہ سب سے بڑا اور سب سے مؤثر عامل ہے۔(۱۸۱)

آپ ﷺ نے جس مثالی نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھی اس کے مراکز مساجد و مدارس تھے، یہ ادارے اسلام کے آغاز ہی سے وجود میں آ گئے تھے، کچھ کا تعلق مکہ سے تھا کچھ کا مدینہ سے اور کچھ ادارے بیرون ممالک میں تھے جیسے آج کل بہت سے اداروں کا بیرونی یونیورسٹیوں سے الحاق ہوتا ہے، ان میں سے کچھ درسگاہیں فل ٹائم کے لئے تھیں کچھ پارٹ ٹائم کے لئے جیسے آج کل صبح و شام کے اسکول و کالجز موجود ہیں۔

مکی درسگاہیں یہ تھیں:

ا۔پہلی درسگاہ ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں بنائی جس میں نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔(۱۸۲) ۲۔دوسری فاطمہؓ بنت خطاب کی درسگاہ جہاں میاں بیوی کو حضرت خبابؓ قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے۔(۱۸۳)(اسے ٹیوشن سینٹر اور کوچنگ سینٹر سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔) ۳۔تیسری درس گاہ دارارقمؓ تھی جسے ارقم نے کوہ صفا پر قائم کیا تھا جہاں نومسلموں کو اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔(۱۸۴)

مدنی درس گاہیں یہ تھیں:

ا۔پہلی مسجد بنی زریق میں تھی، یہاں حضرت رافعؓ تعلیم دیتے تھے۔(۱۸۵) ۲۔دوسری مسجد قباء میں تھی جس میں سالمؓ امامت وتدریس فرماتے تھے۔(۱۸۶) ۳۔تیسری نقیع الخضمات میں تھی جہاں حضرت مصعبؓ استاذ تھے۔(۱۸۷)

مسجد نبویﷺ اور درس گاہ اصحاب صفہ:

ان درسگاہوں کا تعلق آغاز اسلام سے ہے بعد میں اور بے شمار درسگاہیں قائم ہوئیں ہجرت کے بعد سب سے عظیم درس گاہ مسجد نبویﷺ تھی، گویا یہ پہلی باقاعدہ یونیورسٹی تھی، جہاں اصحاب صفہ مستقل حصول علم کے لئے قیام کرتے تھے جیسے آج کل ہاسٹل ہوتے ہیں۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد ہمارے درمیان بیٹھ جاتے تھے اور ہم آپ سے اسلامی علوم پر سوالات کرتے تھے۔(۱۸۸) گویا صبح سے تدریس کا آغاز ہو جاتا تھا۔اصحاب صفہ کی تعداد عام طور سے ساٹھ ستر ہوتی تھی، تقریباً چار سو افراد کے نام شمار کرائے گئے ہیں، قاضی اطہر علیہ الرحمہ نے ۱۰۰ افراد کی فہرست پیش کی ہے۔(۱۸۹) جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے یہاں تعلیم کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں تھی، اسی طرح یہاں تعلیم حاصل کرنے والے فارسی، رومی، حبشی، ہندی، یمنی غرض ہر قوم ونسل کے افراد تھے۔(۱۹۰) اس درسگاہ کے طالب علم مرد بھی تھے خواتین بھی صحیح الجسم بھی تھے اور معذور و نابینا افراد بھی۔(۱۹۱) بہت سے افراد وفود کی شکل میں علم حاصل کرنے آتے اور پھر علم حاصل کر کے اپنے علاقوں میں واپس جا کر علمی خدمات بجالاتے ان وفود میں وفد عبدالقیس، وفد ثقیف، وفد خولا، وفد تجیب، وفد سلامان،

وفد عبدالقیس، وفد تمیم، وفد بجیلہ، وفد نخع، وفد مزینہ کے تذکرے ملتے ہیں، ان وفود میں چند افراد سے لے کر چار سو افراد تک کی تعداد بیان کی گئی ہے۔(۱۹۲) خود آپ ﷺ بھی مختلف قبائل و علاقوں میں علماء کو تدریس کے لئے بھیجا کرتے تھے، جیسے جدیلہ کے دو قبائل عضل اور قارہ کے مطالبہ پر چھ علماء مرثد بن ابی مرثد ؓ کی سربراہی میں بھیجے۔(۱۹۳) اہل یمن کے مطالبہ پر حضرت علیؓ کو معلم بنا کر بھیجا۔(۱۹۴) پھر ابو عبیدہؓ کو بھیجا۔(۱۹۵) ان کے بعد معاذ بن جبلؓ وغیرہ کو بھیجا۔(۱۹۶) آپ ﷺ کے زمانہ سے بہت سے صحابہ نے اپنی اپنی درسگاہیں فروغ علم کے لئے قائم کر لیں تھیں۔ایسی تقریباً نوے درسگاہوں کا تذکرہ قاضی اطہر صاحب ؒ نے تفصیل سے کیا ہے۔(۱۹۷)

لفظ ''معلم'' کا ماخذ عربی زبان کا سہ حرفی لفظ ''علم'' (ع ل م) ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو سمجھنا اور اس سے واقفیت حاصل کرنا یہ سمجھ اور واقفیت مسلسل غور وفکر اور تجربے سے حاصل ہوتی ہیں اس طرح معلم کے معنی ہوں گے علم دینے والا سمجھانے والا اور واقف کرانے والا خبر دینے والا اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ معلم وہ جو سننے والے کے ذہن کو متحرک رکھے اور اسے نئی معلومات فراہم کرے اسے وہ سب کچھ بتائے جو وہ نہیں جانتا۔(۱۹۸) حضور اکرم ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو ''معلم'' بتایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ **انما بعثت معلما ترجمہ** ''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ نبی اکرم ﷺ بہترین اور مثالی معلم تھے۔آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے حرز جان اور قابل تقلید و اطاعت ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کو اللہ نے ایک عظیم معلم بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ یہ عظیم معلم و مربی، جس کے چشمہ تعلیم و تربیت سے چند قطرے حاصل کرنے کے لیے لاتعداد اقوام نے اس دین محمدی کا انتخاب کیا اور دنیا کے گوشے میں ایسی سینکڑوں اقوام موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی اتباع اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کے لیے ہمہ تن اطاعت اور فرماں برداری کے لیے کمر بستہ رہتی ہیں۔(۱۹۹)

علم نافع کی ترسیل کا کماحقہ وہی کر سکتا ہے جس میں معلمانہ صفات موجود ہوں، صحیح مسلم نے حضرت عیاض سے طویل حدیث نقل کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: **أَلَآ اِنَّ رَبِّی أَمَرَنِی أَنْ أُعَلِّمَکُمْ مَاجَھِلْتُمْ۔** (۲۰۰) مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو علم اس نے مجھے سکھایا ہے وہ میں تمہیں سکھاؤں۔ فرمایا جو علم کو چھپاتا ہے (طلبہ کو نہیں دیتا)

قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔(۲۰۱) بخاری ومسلم میں سعید بن جبیر سے حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام کے حوالہ سے طویل حدیث منقول ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں یہ جملہ کہہ دیا **أنا أعلم** اللہ کو یہ جملہ ناپسند آیا پھر انہیں خضر علیہ السلام کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ اعلم اللہ زیادہ جاننے والا ہے(۲۰۲) اور دنیا میں کوئی بھی اعلم نہیں ہوسکتا۔ **وفوق کُلّ ذی عِلْم عَلِیْمٌ** (۲۰۳) ہر صاحب علم پر کوئی نہ کوئی صاحب علم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ ہمیشہ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَایَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْماً

(۲۰۴) **ترجمہ:** اے اللہ مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو علم نافع ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔

اسی طرح آپ دعا فرماتے تھے کہ: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَآ یَنْفَعُ۔** (۲۰۵) غیر نافع علم سے پناہ مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا معلم مجاہد کی طرح ہے۔(۲۰۶) مجاہد اسلحہ کے ذریعہ عالم علم کے ذریعہ جہاد کرتا ہے، قاضی اطہر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علموں کے بارے میں پیش گوئی فرما کر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور دین کی تعلیم دینے کی تاکید فرمائی تھی، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

ضرت عمرؓو بن عاص اہل قریش کے حلقہ سے گزرے اور کہا کہ تم لوگوں نے ان لڑکوں کو کیوں نظرانداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو، ان کے لئے مجلس میں گنجائش نکالو اور ان کو حدیث سناؤ اور سمجھاؤ، یہ صغارِ قوم ہیں، عنقریب کبارِ قوم ہو جائیں گے، تم لوگ بھی صغارِ قوم تھے اور آج کبار قوم ہو۔(۲۰۷)

حضرت حسن بن علیؓ اپنے لڑکوں اور بھتیجوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، آج صغارِ قوم ہو، کل کبار قوم بن جاؤ گے، تم میں سے جو یاد نہ کر سکے وہ لکھ لے۔(۲۰۸)

حضرت ابوسعیدؓ خدری جب اپنی مجلس میں نوجوان طلبہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو نہایت والہانہ انداز سے ان کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ میرے بعد لوگ تمہارے پاس حدیث کی طلب میں آئیں گے تم ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ کرنا اور ان کو حدیث کی تعلیم دینا، حسن سلوک

سے پیش آنا۔ مجلس میں ان کے لئے جگہ نکالنا، اس کے بعد ان نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے: **فانکم خلوفنا، وأهل الحديث بعدنا۔** (۲۰۹) تم لوگ ہمارے بعد ہمارے جانشین اور حدیث کے عالم بنو گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نوجوان طالب علم کو دیکھتے تو کہتے تھے: **مرحبا بينا بيع الحكمة ومصابيح الظُلَم خلقان الثياب جدد القلوب حيس البيوت ريحان كل قبيلة۔** (۲۱۰) **ترجمہ**: مرحبا حکمت ودانائی کے سرچشمے، اندھیروں کے چراغ، پرانے کپڑے، نئے دل والے، گھروں کی زینت، اور ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے گل بوٹے

خلاصہ بحث:

اسلام سراپا علم بن کر آیا اس نے جہالت سے اٹی ہوئی انسانیت کو معرفت الہیٰ کا عنوان دیا اور یہ بتایا کہ انسان کوئی عمومی سطح اور کمتر حیثیت کا حامل نہیں بلکہ اس کو اللہ نے شرفیت اور خلافت سے نوازا وہ اس لیے تخلیق نہیں ہوا کہ سورج، چاند ستاروں کی پرستش کرے اور نہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے آگے جبیں سرنگوں کرے بلکہ اسلام نے اس کو معرفت دی کہ کائنات اس کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔ وہ علم حاصل کرے اور تسخیر کرے۔ اسلام کی رو سے انسان نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی جہالت سے نہیں کیا بلکہ اس کے سفر کا آغاز روشنی سے ہوا اور یہ علم دینے والی ہستی کوئی اور نہیں خود رب العزت کی ذات پاک تھی جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔

جب پیغمبر اسلام ﷺ کی مکہ میں ولادت باسعادت ہوئی تو دنیا کی سیاسی صورتحال پیچیدہ اور گھمبیر تھی۔ مرکزیت کا فقدان تھا۔ ہر حصے کی کیفیت دوسرے سے مختلف تھی۔ ایک طرف اگر روم کی بازنطینی اور ایران کی ساسانی عظیم سلطنتیں تھیں تو دوسری طرف ان گنت چھوٹی چھوٹی مملکتیں اور ریاستیں دنیا بھر میں بکھری ہوئی تھیں۔ ان سب میں حبشہ کی حکومت کے عربوں سے قریبی تعلقات تھے۔ اس وقت مکہ ایک چھوٹی سی شہری ریاست کی حیثیت رکھتا تھا جبکہ مدینہ میں کوئی مرکزی انتظامیہ یا حکومت کا وجود نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق بدنظمی کا دور دورہ تھا خانہ بدوش قبائل پورے جزیرہ نما عرب میں مصروف سفر رہتے تھے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا جب

تک اس میں تعلیم عام نہ ہو تعلیم سے مراد ہے تمام علوم اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے دینی اور دنیوی بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ وتحقیق پر مبنی ہو یا عقل وفکر پر۔ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر جس شخص کا انتخاب کیا وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے اس پیغمبر پر پہلی وحی بھیجی تو اسے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ پیغام ہدایت بھیجنے والا بھی معلم اور العلیم اور جو پیغام بھیجا گیا وہ یہ ہے کہ ''پڑھو'' اور پھر ڈیوٹی یہ لگائی کہ ''دوسروں کو پڑھاؤ'' چنانچہ اس پیغمبر کی ساری عمر تعلیم میں ہی گزر گئی اور تحدیث نعمت اور اظہار حقیقت کے طور پر فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام دنیا میں پہلا اور آخری پیغام ہے ہے جو کالے، گورے، عرب وعجم اور مشرق ومغرب سب کے لیے عام ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا کا الہ ہے اور جملہ مخلوقات کا رب ہے اسی طرح پیغمبر اسلام بھی تمام دنیا کا رسول ہے اور ساری کائنات کے لیے رحمت ہے اور معلم اعظم ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور انسانیت کے لیے بالعموم کامیابی کی ضمانت اور نجات وخلاصی کا زینہ ہے۔ بحیثیت قائد آپ ﷺ نے اپنی رعایا سے پردے میں رہ کر زندگی نہیں گزاری بلکہ سفر وحضر میں صحابہ کرام کے شریک رہے۔ جو اپنی ذات کے لیے پسند کیا اس سے بہتر دوسروں کو دے دیا خود بھوکے رہے دوسروں کو کھلایا۔ اپنے آپ کو پیسے کے بغیر رکھا دوسروں میں درہم ودینار بانٹتے رہے۔ سفر میں جب ساتھی کی باری آتی تو اسے سواری پر بٹھاتے۔ کبھی اپنے صحابہ کرامؓ کو کسی معاملے میں اندھیرے میں نہیں رکھا۔

رسول اکرم ﷺ نے دور اول میں تعلیم وتربیت کا ایک ایسا نظام وضع کیا اور اس پر عمل بھی کیا جس کے نتیجے میں ایک اعلیٰ اور باصلاحیت نسل پروان چڑھی جس نے معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا چونکہ ''تھوڑے ہی دنوں کی تعلیم وتربیت سے اگر ایک طرف خالد بن ولیدؓ ابو عبیدہ بن الجراحؓ، سعد بن وقاصؓ، سلمان فارسیؓ، وغیرہم جیسے فاتحین عالم اور سپہ سالار پیدا ہو گئے جنہوں نے قوی سے قوی اور مضبوط سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تو دوسری طرف ابو بکر بن ابی قحافہؓ عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ جیسے سیاسی جہاں باں بنا دیئے گئے۔ اگر ایک طرف ابو ذر غفاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو العاصؓ جیسے زہاد وعباد وتارک الدنیا بن گئے تو دوسری طرف حکیم بن حزامؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے اعلیٰ تاجر تیار ہو گئے اگر ایک طرف حضرت علی بن ابی

طالبؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ جیسے قاضی اور جج تیار ہو گئے تو دوسری طرف ابو ہریرہؓ انس بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ جیسے پروفیسران علوم موجود ہو گئے۔'' یعنی آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس قدر علوم اور عصری شعور سے بہرہ مند کیا کہ انہوں نے آنے والے ادوار میں پوری دنیا کو نئے تمدن اور جاندار تہذیب کی طرف بلایا اور بہترین سیاسی، سماجی اور معاشی نظام کا تصور عطا کیا۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کو جو نظریہ تعلیم دیا اس میں دین اور دنیا کی تقسیم کا تصور نہیں تھا۔ یعنی ایک صحابی جہاں ایک امام کی حیثیت سے مسجد میں فرائض انجام دے سکتا تھا تو دوسری طرف وہ ملکی سیاسی نظام کو چلانے اور پالیسیاں بنانے میں اتنا ہی ماہر بھی تھا۔

اسلام نے علم کی جس قدر اہمیت بیان کی ہے شاید ہے کسی اور مذہب میں اس قدر اہمیت بیان کی گئی ہوگی۔ اسلام نے کبھی بھی کسی شے کو مذہب سے متصادم قرار نہیں دیا جبکہ عیسائیت نے علم کو مذہب سے متصادم قرار دیا ہے۔ اس کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ جس شخص کو انہوں نے تحصیل علم اور اس کی تدریس و تعلیم میں منہمک دیکھا اسے یا تو ختم کر دیا یا مستوجب سزا و تعزیر قرار دے دیا۔ راجر بیکن کو شیطانی علم کا پرچار قرار دیا گیا اور کلیسا کی جانب سے سنائی گئی سزا کے مطابق اسے ۲۴ سال جیل میں گزارنے پڑے۔ اسی طرح گلیلیو گلیلی اور کوپرنیکس Copernicus (۱۴۷۳ء تا ۱۵۴۳ء) کو بھی اپنے افکار و نظریات کے عیسائیت سے متصادم ہونے کے باعث بے پناہ مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔

تعلیم امت کا کام آپ ﷺ کے بنیادی فرائض منصبی میں سے تھا۔ آپ ﷺ نے براہ راست صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی اور بالواسطہ آپ ﷺ ساری امت کے معلم ہیں۔ خیر کی تعلیم دینے والے رسول اللہ ﷺ باوجود یہ کہ امتی تھے، نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھنے پر قدرت رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ عظیم علم عطا فرمایا تھا جس میں کوئی فرد آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نادر روزگار یکتائے بشریت شخصیت کا مالک بنا کر انسان کی ہدایت اور رہنمائی کی نعمت کی تکمیل فرمادی۔ اس دنیا میں تعلیم و تربیت کا درس دینے والے معلم کا حق تھا کہ اس کے بیان میں حسن و جمال، زبان میں فصاحت و بلاغت، گفتگو میں قوت و پختگی پائی جائے۔ انداز بیاں دلکش و شیریں ہو، اشاریہ و کنایہ میں لطف و محبت کی چاشنی ہو جس سے روح کو تابانی عطا ہو، کشادہ دلی اور رقت قلب پیدا ہو، شفقت و مہربانی کی فراوانی ہو تختی حکمت و

مصلحت پر مبنی ہو۔ ہوشیار و متنبہ کرنے کی عظیم تاثیر پائی جاتی ہو جو آپ ﷺ کی زبان۔ کا بلندی، بے پناہ لطیف عنایت، لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت ونرمی کی آئینہ دار۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ کلیات اقبال/ علامہ محمد اقبال/ لاہور/ مکتبہ جمال/ ۲۰۰۴ء

۲۔ غار حرا مکہ مکرمہ سے تین کلومیٹر فاصلے پر واقع ہے جہاں پر رسول اللہ ﷺ کی پہلی وحی نازل ہوتی ہے

۳۔ سورہ العلق/ آیت نمبر۱

۴۔ وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا، یا کسی پردے کے پیچھے سے اسے سنوادیا۔ دیکھیے سورہ الشوریٰ/ آیت نمبر۵۱

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سورہ البقرہ

۶۔ سورہ العلق/ آیت نمبر۴

۷۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر۳۱

۸۔ سورہ لبقرہ/ آیت نمبر۳۴

۹۔ سورہ طٰہٰ/ آیت نمبر۱۱۴

۱۰۔ سالنامہ المومنات/ حیدرآباد دکن/ انڈیا/ ۲۰۰۰

۱۱۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور اخلاق حسنہ/ حافظ زاہد علی/ لاہور/ راحت پبلیشرز/ ۲۰۰۵/ ص ۲۹

۱۲۔ مقصد بعثت انبیاء علیہم السلام کی جامعت و ہمہ گیریت/ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/ لاہور/ منہاج القرآن پرنٹرز/ ص ۱۳

۱۳۔ اسلامیات/ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ لاہور/ انڈس پبلیشنگ ہاؤس/ ص ۲۳

۱۴۔ سورہ توبہ/ آیت نمبر۳۳

۱۵۔ سورۃ آل عمران ۳۱

۱۶۔ صحیح مسلم/ حدیث نمبر ۶۴۷

۱۷۔ سورہ سورۃ الاحزاب/ آیت نمبر۲۱

۱۸۔ سورہ النساء/ آیت نمبر۵۹

۱۹۔ سورہ الاعراف/ آیت نمبر ۱۵۸
۲۰۔ صحیح مسلم/ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ/ دہلی/ نور محمد کارخانہ تجارت کتب/ ج ا/ ۱۹۳۰ء/ ص ۱۹۹
۲۱۔ پیر کرم شاہ الازہری/ نبی کریم ﷺ بحثیت معلم اخلاق/ نقوش رسول نمبر/ لاہور/ ج ۴/ لاہور/ ۱۹۸۳ء/ ص ۲۴۵
۲۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ لاہور/ اظہار سنز/ ۱۹۷۶/ ص ۴۱
۲۳۔ سورہ احزاب/ آیت نمبر ۴۰
۲۴۔ سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸
۲۵۔ سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۲۱
۲۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد/ قرآن کا قانون عروج وزوال/ لاہور/ طیب پبلیشرز/ ص ۹
۲۷۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۸۵
۲۸۔ سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۳
۲۹۔ شان محمد ﷺ/ میاں عابد احمد/ لاہور/ ادارہ ادب وثقافت/ ص ۱۱
۳۰۔ قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ الفیصل ناشران/ ص ۳۴۳
۳۱۔ سورۃ الشعراء، آیت ۱۹۴، ۱۹۵۔
۳۲۔ دکتور محمد بکر اسماعیل، ''دراسات فی علوم القرآن''، دار المنار للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۹ شارع الباب الأخضر، میدان الحسین القاہرہ مصر، اشاعت اول ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۲
۳۳۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، ''اصول الدعوۃ''، مطبعۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، اشاعت ۳، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۵۲ ومابعد مزید سید شمس الحق افغانی، ''علوم القرآن''، امجد اکیڈمی ۴۰ اُردو بازار لاہور، صفحہ ۶۷
۳۴۔ سورۃ الحجر/ آیت ۹۔
۳۵۔ سورہ بقرہ/ ۱۸۵، سورہ نساء/ ۱۰۵، سورہ انعام/ ۹۰، سورہ ص/ ۸۷، سورہ الزمر/ ۴۱، سورہ القلم/ ۵۲، سورہ مدثر/ ۳۱، سورہ عبس/ ۱۱، سورہ التکویر/ ۲۷،
۳۶۔ سورہ الانعام/ ۹۰
۳۷۔ سورہ یوسف/ آیت نمبر ۱۰۴، سورہ ص/ آیت نمبر ۸۷
۳۸۔ سورہ القلم/ آیت نمبر ۵۱
۳۹۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی۔ مطبوعہ دار المصنفین۔ اعظم گڑھ

۴۰۔ تہذیبیں/سید عین الحق/کراچی/علمی بک ڈپو/۱۹۶۷ء/ص ۱۶۶

۴۱۔ تشکیل انسانیت/رابر بریفالٹ مترجم عبدالمجید سالک/لاہور/مجلس ترقی ادب/ص ۸۸

۴۲۔ اسلامی تمدن وتاریخ/پروفیسر عثمان غنی/لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۱

۴۳۔ رسول اکرم ﷺ اور تعلیم/ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم ارشاد الرحمان/لاہور/دار التذکیر/ص ۱۱

۴۴۔ ماہنامہ نقوش سیرت نمبر مقالہ عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۳ء، ج/۴، ص/۱۱۷،

۴۵۔ شرر، عبدالحلیم، تاریخ اسلام حیدر باد دکن ۱۹۲۵ء، ج/۱، ص/۱۲،

۴۶۔ طلحہ حسین، ڈاکٹر ادب الجاہلی، ترجمہ محمد رضا انصاری، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۶ء، ص/۶۴،

۴۷۔ یہ قصائد بے شمار مطابع سے متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ڈی لیسی اولیری/مترجم یاسر جواد/لاہور/نگارشات/۲۰۱۰ء

۴۸۔ ماہنامہ نقوش سیرت نمبر، مقالہ عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۳ء، ج/۴، ص/۱۱۶۔۱۱۷،

۴۹۔ نور احمد، مولوی مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے مترجم رحمان مذنب، فیروز سنز کراچی، طبع اول ۱۹۷۱ء، ص/۱۰۰،

۵۰۔ Encyclopedia Survey of Hinduism by Benjamin walker New Delhli 1983, Vol:1. P230

۵۱۔ تعلیم اور اس کا ارتقاء/سید ساجد حسین/کراچی/کفایت اکیڈمی/ص ۲۹

(52)(en.wiktionary.org/wiki/education)

(53)(http://dictionary.reference.com/browse/education)

۵۴۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد بن المفضل المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ء، ص/۳۴۳،

۵۵۔ سورۃ الجمعۃ/۲، سورۃ آل عمران/۱۶۲، سورۃ بقرہ/۱۲۹

۵۶۔ دیکھئے مقالہ شیر نوروز خان اسلام اور تعلیم کتابیات سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد، ج/۳۷ ش/۱ رجولائی ستمبر ۱۹۹۹ء

۵۷۔ سورۃ بقرہ/۳۳ اور ۳۳

۵۸۔ سورۃ النمل/۴۰۔

۵۹۔ سورۃ المجادلۃ/ ۱۱، اور ۴۶
۶۰۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجۃ بیروت دارالحیاء التراث العربی ۱۳۹۵ء، ص/۸۳، ج/۱، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم۔
۶۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث صحیح سنن أبوداؤد محمد ناصر الدین البانی مکتبۃ العربیۃ الدول الخلیج ۱۴۰۹ھ، ص/۶۹۴، ج/۲، حدیث نمبر ۹۶، اور صحیح البخاری، ص/ ۱۸۹، ج/۱
۶۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار أبی بکر اور سیرت بن ہشام، ص/۳۴۴، ج/۱، اور سیرت طیبہ ص/ ۳۰۱، ج/۱
۶۳۔ ابن حجر عسقلانی الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص/۹۰، ج/۲، فتوح البلدان لبلاذری، ص/ ۱۵۶، اور ۴۵۹، اور سیرت ابن ہشام، ص/۴۳۴، ج/۱
۶۴۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص/ ۱۴۶ تا ۳۳۴۔
۶۵۔ تعلیم کی فلسفیانہ وعمرانیاتی بنیادیں/ محمد اشرف خرم/ کراچی/ اردو اکیڈمی سندھ/ص ۱۵۱
۶۶۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۸۴۳،
۶۷۔ الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوۃ المصابیح مطبوعہ کراچی، ۱۳۶۸ھ/ص ۳۳،
۶۸۔ اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص/۳۴۳،
۶۹۔ یہ مسند دارمی کے مصنف عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل ہیں۔
۷۰۔ اس سے مراد حسن بصری معروف صوفی ہیں۔
۷۱۔ الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوۃ المصابیح، ص/ ۳۷،
۷۲۔ محمد بن عثمان بن عمر الحنفی عین العلم، ص/۱۶،
۷۳۔ Encyclopaedia Britannica 1768. VoL-7, P 964.
۷۴۔ فن تعلیم وتربیت/ افضل حسین/ لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ص ۷۵
۷۵تا۸۰۔ علم کے ذرائع/ عائشہ منصور/ کراچی/ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فیڈرل بی ایریا/ص ۱۸۔۲۲
۸۱۔ سورہ الانعام/ آیت ۱۶۴
۸۲۔ سورہ الغاشیہ/ آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰
۸۳۔ محمد بن یزید ابن ماجہ/ السنن ابن ماجہ/ ج/۱/ص ۸۱
۸۴۔ سورہ الجمعہ/ آیت نمبر ۲

۸۵۔ رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

۸۶تا۹۰۔ کتاب تعلیم/سلطان جہاں/کراچی/آزاد پبلیشرز/ص ۵۵

۹۱۔ خطاب طلبائے دیوبند ۱۹۵۵ء

۹۲۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی، مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۷۶۔

۹۳۔ Encyclopedia of Britanica 1984 6/317,318

۹۴۔ اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۲۹۔

۹۵۔ ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، دارالمعرفہ بیروت ۹۸، ج ۱، ص ۹۷، رقم ۲۲۴، ہشمی نورالدین علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۳۲، رقم ۴۷۲، ۴۷۳، طبرانی، المعجم الکبیر، رقم ۱۰۴۳۹۔

۹۶۔ القرآن سورۂ ال عمران، آیت ۱۸۷۔

۹۷۔ ابن کثیر، ابوالفد، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، عیسی البابی الحلبی مصر، ج ۱، ص ۴۳۶۔

۹۸۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۳۵۔

۹۹۔ ترمذی ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع السنن، دارلفکر بیروت ۴۹، ج ۳، ص ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹، بیہقی، ابوبکر احمد حسین بشعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۲۵۶۔

۱۰۰۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ج ۳، ص ۱۲۱-۱۴۱۔

۱۰۱۔ دارمی، ج ۱، ص ۸۴، رسم ۲۲۱، الدارقطنی علی بن عمر، السنن، مدینہ منورہ، ج ۴، ص ۸۲۔

۱۰۲۔ القرآن سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔

۱۰۳۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شیرانی، مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصف العین، شمولہ سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، انڈیا، ج ۳۲، ضمیٰ ۱۴، اکتوبر ۲۲۰، ص ۸،۹، بہ تصرف قلیل۔

۱۰۴۔ القرآن سورۂ فاطر، آیات ۱۹تا۲۲۔

۱۰۵۔ اسلام اور عصر جدید، ص ۸،۹، بہ تصرف قلیل۔

۱۰۶۔ اساس تعلیم/پروفیسر یاسین خان/کراچی/طاہر سنز/ص ۳۴

۱۰۷۔ العلق/آیت ۱تا۵

۱۰۸۔ البقرہ/آیت ۳۱

۱۰۹۔ الانبیاء/آیت ۷۹

۱۱۰۔ سورہ المجادلہ/آیت نمبر ۱۱

۱۱۱۔ سورہ المجادلہ/ آیت نمبر ۱۱
۱۱۲۔ القلم/ آیت ۱
۱۱۳۔ سورۃ القمان/ آیت ۲۰
۱۱۴۔ سورۃ الزمر/ آیت ۹
۱۱۵۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۱
۱۱۶۔ القرآن سورۂ ال عمران، آیت ۷۔
۱۱۷۔ القرآن سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔
۱۱۸۔ القرآن سورۂ العنکبوت، آیت ۲۰۔
۱۱۹۔ القرآن سورۂ البقرہ، آیت ۱۶۴۔
۱۲۰۔ القرآن سورۂ لقمان، آیت ۲۰۔
۱۲۱۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۲۹
۱۲۲۔ القرآن سورۂ ال عمران، آیت ۱۶۴۔
۱۲۳۔ سورۃ طٰہٰ/ آیت ۱۱۴
۱۲۴۔ محمد بن یزید ابن ماجہ/ السنن ابن ماجہ/ ج ۱/ص ۸۱
۱۲۵۔ مشکوٰۃ شریف
۱۲۶۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان، مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری/ فضائل علم/ کراچی/ دار العلوم کراچی/ مئی ۱۹۸۶/ ص ۸۴
۱۲۷۔ مسلم اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے: بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق یہ صحیح ہے۔ ترغیب حدیث نمبر ۱۰۵
۱۲۸۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ بیہقی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، حمزہ الکنانی نے حسن کہا ہے۔ اس کے علاوہ محدثین نے اس کی سند میں اضطراب پر اسے ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان کا ذکر کیا ہے۔
۱۲۹۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ داراحیاء، التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ حدیث نمبر ۲۱۹،
۱۳۰۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث صحیح سنن ابوداؤد البانی، ج/۲، ص/۶۹۴، حدیث ۹۶

۱۳۱۔ ترمذی نے اسے روایت کیاہ ے اور کہا ہے حدیث حسن صحیح ہے

۱۳۲۔ اسے طبرانی اور بزار نے حسن سندھ کے ساتھ روایت کیا ہے۔/ترغیب ۱۰۳ امجمع الزوائد ج۱/۱۲۰ میں کہا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن عبدالقدوس ہے لیکن امام بخاری اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اور ابن معین نے اسے ضعیف کہا ہے

۱۳۳۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/ ۸۱، ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ، ۵/ ۴۸

۱۳۴۔ اسے ترمذی نے کتاب العلم حدیث ۲۶۴۹ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے

۱۳۵۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل

۱۳۶۔ مسند احمد

۱۳۷۔ شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب/ مشکوٰۃ المصابیح / کتاب العلم/ الفصل الثانی/کراچی/ ۱۳۶۸ھ/ص ۳۴

۱۳۸۔ کنزالاعمال/ حیدرآباد/ ج۱۰/ص ۹۲

۱۳۹۔ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی / السنن الکبریٰ/ ج۹/ دارالفکر بیروت/ص ۲۴۰

۱۴۰۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی/ الجامع السنن/ ج۴/ دارالفکر بیروت/ص ۳۱۴

۱۴۱۔ خطیب العمری/ مشکوٰۃ/ دہلی/ص ۳۶

۱۴۲۔ الزوائد/ ج۱/ص ۱۲۲

۱۴۳۔ ترمذی کتاب الاحکام، باب الوقف، ۳/ ۶۶۰، ابوداؤد، کتاب والوصایا، باب ماجاء ب الصدقہ، ۳/ ۳۰۰

۱۴۴۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

۱۴۵۔ رواہ ابوداوددوالترمذی وصحہ ابن حبان فی صحیحہ ولفظہ رحم اللہ امرا

۱۴۶۔ القرآن سورۃ التین، آیت ۴۔

۱۴۷۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، بہ ذیل آیت تفسیر سورۃ تین،

۱۴۸۔ المعروف، فی غریب القرآن للاصفہانی ص ۱۸۴

۱۴۹۔ لسان العرب لابن منظور۔ مادہ ربب جلد اول ص ۳۹۹، ۴۰۱-۴۰۲۔

۱۵۰۔ کتاب اسس التربیہ الاسلامیہ فی السنتہ النبویۃ عبدالحمید زنتانی ص ۲۳

۱۵۱۔ ایضاً جلد اول ص ۲۵۔

۱۵۲۔ خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں/ ششماہی علوم القرآن/ علی گڑھ/ شمارہ ۲۲/ جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۱

۱۵۳۔ سورۃ النجم/ آیت نمبر ۳۹
۱۵۴۔ خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں/ ششماہی علوم القرآن/ علی گڑھ/ شمارہ ۲۲/ جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۶
۱۵۵۔ سورہ بنی اسرائیل/ آیت نمبر ۱۹
۱۵۶۔ سورۂ آل عمران/ ۱۶۴،
۱۵۷۔ الخلاوری، عبدالرحمٰن اصول التربیۃ الاسلامیۃ وأسالیبھا فی البیت والمدرسۃ والمجتمع دارالفکر دمشق سوریہ ۱۹۸۳ء
۱۵۸۔ قاضی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بالتفسیر البیضاوی، ج/ ۱، دیکھئے ب کے ذیل میں۔
۱۵۹۔ اصفہانی، امام راغب، کتاب المفردات بذیل مادہ،

(160) Training mean Activity leading to skilled behavior(wordnetweb.princeton.edu/perl/webwn) Organized activity aimed at imparting information and/or instructions to improve the recipient's performance or tohelp him or her attain a required level of knowledge or skill (wordnetweb.princeton.edu/perl/webwn)

۱۶۱۔ مجلہ معارف اسلامیہ کراچی ۱۹۹۹ء، ص/ ۵۸،
۱۶۲۔ ہم نصابی سرگرمیوں سے مراد ایسے تفریحی مشاغل یا سرگرمیاں ہیں جو نصاب تعلیم میں شامل نہیں لیکن ان کی شمولیت کے بغیر نصاب، تعلیم و تربیت نامکمل اور غیر موثر رہ جاتی ہے۔ یہ سرگرمیاں طلبہ میں فعال شرکت کے ساتھ ساتھ نظم وضبط اور صحت مندانہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں جو تعلیمی عمل میں کامیابی سمجھی جاتی ہیں
۱۶۳۔ سورۃ الجمعۃ/ ۲، سورۂ البقرہ/ ۱۲۹، سورۂ آل عمران/ ۱۶۴، سورہ النازعات/ ۱۷۔۱۸/ سورہ الشمس/ ۹۔۱۰،
۱۶۴۔ سورۂ آل عمران/ ۱۳۲/ سورۂ الحشر/ ۷/ سورۂ آل عمران/ ۳۲، سورۂ النجم/ ۳،
۱۶۵۔ نبی اکرم ﷺ کا منہاج تربیت/ ڈاکٹر محمد امین/ السیرۃ/ ۱۴۲۱ء/ ص ۲۵۴۔۲۵۵
۱۶۶۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۳۱

۱۶۷۔ سورہ رحمٰن/ آیت نمبر ۱ تا ۴

۱۶۸۔ سورہ العلق/ آیت نمبر ۴۔۵

۱۶۹۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۲۹

۱۷۰۔ اسلامی نظام تعلیم/ پروفیسر علی اوسط صدیقی/ کراچی/ طاہر سنز/ ص ۴۹

۱۷۱۔ فتح القدیر الجادم بین فتی الروایۃ و الدرایۃ من علم التفسیر شوکانی، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۳۹ھ/ ج ۱/ ص ۲۶۲، تخریج احادیث اصول البزدوی للحافظ قاسم ابن قطلو بغا، کراچی، نور محمد ۱۳۸۲ھ/ ص ۴ یہ اصول البزدوی کے ساتھ شائع کی گئی ہے

۱۷۲۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۵۱

۱۷۳۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۶۴

۱۷۴۔ سورہ الجمعہ/ آیت نمبر ۲

۱۷۵۔ المسند، جز من رقم الحدیث ۴۵۱۵، ۲۲/ ۳۹۱: والسنن الکبریٰ

۱۷۶۔ فن تعلیم وتربیت/ افضل حسین/ لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ ۲۰۰۸ء/ ص ۱۷۴

۱۷۷ تا ۱۸۱۔ فن تعلیم وتربیت/ افضل حسین/ لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ ۲۰۰۸ء/ ص ۴۱

۱۸۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیقؓ فی عہد رسول اللّٰہ وعقدہ،

۱۸۳۔ ابن ہشام، سیرت النبی، ج/ ۱، ص/ ۴۴۳، اور سیرت حلبیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے یہاں پوری جماعت تعلیم حاصل کرتی تھی، ج/ ۱، ص/ ۳۰۱،

۱۸۴۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی مثالی درسگاہیں، ص/ ۲۶۔۲۷، بحوالہ طبقات ابن سعد اور متدرک حاکم، ج/ ۳، ص/ ۵۷۲،

۱۸۵۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج/ ۲، ص/ ۹۰، فتوح البلدان للبلاذری، ص/ ۴۵۹،

۱۸۶۔ ابن عبدالبر الاندلسی، جامع بیان العلم، ج/ ۲، ص/ ۶، اور صحیح البخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ،

۱۸۷۔ ابن ہشام، سیرت النبی، ج/ ۱، ص/ ۴۳۴، اور اسد الغابہ، ج/ ۴، ص/ ۳۶۹،

۱۸۸۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص/ ۴۱،

۱۸۹۔ ایضاً ص/ ۴۸۔۵۰،

۱۹۰۔ ایضاً ص/ ۵۸،

۱۹۱۔ ایضاً/ ۵۸۔۶۱،

۱۹۲۔ ایضاً/ ۹۶۔۹۸،

۱۹۳۔ محمد عبدالمعبود، مولانا۔ عہد نبوی میں نظام تعلیم،ص/۶۱، بحوالہ مستدرک للحاکم، ج/ ۳،ص/۳۲۲،

۱۹۴۔ محمد زکریا کاندھلوی، مولانا۔ حیات الصحابہ، ج/۳،ص/۳۱۴،

۱۹۵۔ محمد عبدالمعبود، مولانا۔ عہد نبوی میں نظام تعلیم،ص/۶۱، بحوالہ حلیۃ الاولیاء، ج/۱،ص/۲۵۶،

۱۹۶۔ ایضاً

۱۹۷۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیرالقرون کی درسگاہیں،ص/۱۴۶تا۳۴۴

۱۹۸۔ اسلامی نظام تعلیم/علی اوسط صدیقی/کراچی/ طاہر سنز/ص ۴۶

۱۹۹۔ رسول اللہ ﷺ بطور معلم/ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ مترجم مولانا حبیب حسن/کراچی/ درخواستی کتب خانہ/ص ۳۷

۲۰۰۔ مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح المسلم / حدیث نمبر ۲۸۶۵،

۲۰۱۔ حدیث کے الفاظ ہیں من سئل عن علم ثم کتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من النار جامع الصحیح سنن الترمذی، ج/۱،ص/۷۷، حدیث نمبر ۲۶۴۹،

۲۰۲۔ بن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۶،ص/۳۴۰۶، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۳۸۰،

۲۰۳۔ سورہ یوسف/۷۶،

۲۰۴۔ الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۸ھ حدیث نمبر ۳۵۹۹،

۲۰۵۔ الالبانی، محمد ناصرالدین، صحیح السنن النسائی، مکتبۃ التربیۃ العربی الدولی الخلیج ۱۴۰۹ھ، ج/ ۳،ص/۱۱۱۳، حدیث نمبر ۵۰۵۳،

۲۰۶۔ مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح المسلم، ج/۳،ص/۲۷۸، حدیث نمبر ۶۰۶۰،

۲۰۷۔ مبارکپوری، قاضی اطہر خیرالقرون کی درسگاہیں اوران کا نظام تعلیم وتربیت ادارہ اسلامیات لاہور ۲۰۰۰ء،ص/۱۳۱، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی، مطبوعہ ترکی،ص/۲۱ اور ۶۵،

۲۰۸۔ ایضاً،ص/۱۳۱، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی/مطبوعہ مصر، ج/۱،ص/۴۸،

۲۰۹۔ ایضاً،ص/۱۳۲، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی،ص/۳۱،

۲۱۰۔ ایضاً،ص/۱۳۳، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی، ج/۲،ص/۵۳،